فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 97 | 24 ذی الحجہ تا 24 محرم الحرام 1432 ہجری۔ یکم تا 31 دسمبر 2010ء | شمارہ نمبر 24-23

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

اغراض جلسہ سالانہ

اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل وتوفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا۔ اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے ماسوا اس کے کہ اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے خدا تعالیٰ کسی صدق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا۔ انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اس کو بدل سکے۔ سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لائیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ ہرجوں کی پروانہ کریں۔ خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر ایک قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خاص تائید حق اور اعلاء کامہ پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب ہمیں آملیں گے۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآنی روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ پر قائم کردے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق وشہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا اور ضرور ہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنی مبارک وہ لوگ ہیں جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو اور ان کی اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے۔ اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کردے۔ اور ان کے ہم وغم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دے۔ اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے۔ جن پر اس کا فضل ورحم ہے اور تا اختتامِ سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا۔ اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ کو ہی ہے۔ آمین ثم آمین۔ (اشتہار۔ 7 دسمبر 1892)

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا ''پیغام صلح'' کے سالانہ خصوصی شمارہ کے لئے پیغام

سال 2010ء کے اختتام پر دعائیہ کے موقع پر ''پیغام صلح'' کے خصوصی سالانہ شمارہ کی تدوین و ترتیب میں جن لوگوں کی کوششیں شامل ہیں ان کے لئے میں دعاگو ہوں۔ اس شمارہ میں ادارہ ''پیغام صلح'' کے تمام کارکنان نے قلیل وقت میں نہایت محنت اور لگن سے اس کی اشاعت کو ممکن بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی دین اور جماعت سے وابستگی کا جذبہ قابل قدر ہے۔

ادارہ نے میری خواہش کے مطابق اس شمارہ میں سلسلہ جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگوں کی کئی گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر کی گئی تقاریر اور تحریرات سے انتخاب شامل کیا ہے۔ اور اندرون ملک اور بیرون ملک کی جماعتوں کے دوروں کی تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔

میں تمام احباب کو جو پاکستان اور بیرون ممالک سے دعائیہ میں شامل ہونے کے لئے آئے ہیں ان کے قیام اور سفر میں حفاظت کی دعا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ ان دنوں میں دنیا میں اسلام کے فروغ، اس کی عظمت اور وقار کی ترقی اور پاکستان کی سلامتی کے لئے خصوصی دعائیں کریں گے۔ نیز اس جماعت اور اس کے ہر فرد کی حفاظت کے لئے بھی اللہ سے درد دل سے دعائیں کریں گے۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدّد صد چہاردہم نے سالانہ جلسہ کے جو اہم مقاصد بیان فرمائے ہیں میں ان کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے ان دنوں میں اپنے دینی جذبہ اور علم کو بڑھانے اور اللہ کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا کرنے اور اپنی جماعت کے ممبران کے ساتھ میل ملاپ اور تعلقات کو فروغ دینے کی بار بار تلقین کی ہے۔

میری دعا ہے کہ ہم ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اس موقع پر اور پھر بعد میں بھی کوشش کرتے رہیں گے اور اسلام کی خدمت اور فروغ کے لئے اپنا کردار دینی جذبہ سے ادا کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس نیک ارادہ کی راہ میں تمام رکاوٹوں کو اپنے رحم و فضل سے دور فرمائے۔ آمین

حضرت اقدس کی پہلی تقریر بر جلسہ سالانہ

25 دسمبر 1897ء

تقویٰ کے متعلق نصیحت

اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ (ص ۱۴)

جماعت احمدیہ کو خاص تقویٰ کی ضرورت ہے

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریّت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دنیا تھے۔ ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اگر اس بیماری کے لئے دوا نہ کی جاوے اور علاج کے لئے دکھ نہ اٹھایا جاوے۔ بیمار اچھا نہیں ہو سکتا۔ ایک سیاہ داغ منہ پر نکل کر ایک بڑا فکر پیدا کر دیتا ہے کہ کہیں یہ داغ بڑھتا بڑھتا کل منہ کو کالا نہ کر دے۔ اسی طرح معصیّت کا بھی ایک سیاہ داغ دل پر ہوتا ہے۔

صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں

صغائر سہل انگاری سے کبائر ہو جاتے ہیں۔ صغائر وہی داغ چھوٹا ہے جو بڑھ کر آخر کار کل منہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے ویسا ہی قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ ان کا دعویٰ اور لاف و گزاف تو بہت کچھ ہے۔ اور ان کی عملی حالت ایسی نہیں۔ تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا دہی کے لئے وہ کفار کو ہی تجویز کرتا ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہ تیغ کئے گئے۔ جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں نے مسلمانوں کو تباہ کیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا باعث یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ لا الہ الا اللہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل اور طرف ہے۔ اور اپنے افعال سے وہ بالکل رُو بدنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔

اللہ کا خوف کس میں ہے؟

اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول و فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر جب دیکھے کہ اس کا قول و فعل برابر نہیں تو سمجھ لے کہ وہ مورد غضبِ الٰہی ہوگا۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا۔ بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ وہ میرے پاس آئے ہیں۔ اسی لئے کہ تخم ریزی کی جاوے۔ جس سے وہ پھلدار درخت ہو جاوے پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے۔ اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جو دل سے خالی ہے اور زبانی دعوے کرتی ہے۔ وہ غنی ہے۔ وہ پروا نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ ہر طرح فتح کی امید تھی لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم رو رو کر دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرح فتح کا وعدہ ہے تو پھر ضرورت الحاح کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

☆☆☆☆

جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے

حضرت امیر مرحوم مولٰینا محمد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تاکیدی ارشادات

’’میں اپنے جماعت کے بہت سے دوستوں کو جلسہ سالانہ کے متعلق بڑی بھاری غلطی کا مرتکب خیال کرتا ہوں کہ اسے وہ اہمیت نہیں دیتے جو دینی چاہیے کسی جماعت میں سے ایک شخص آجاتا ہے اور کسی میں سے دو آجاتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک وقت مقرر کر دیا جب تمام مخلصین جمع ہو جائیں تا کہ ہر ایک شخص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کی دینی معلومات وسیع ہوں۔ اور معرفت ترقی پذیر ہو، جس سے تبلیغ اسلام کی بنیاد مضبوط ہو، اور آپ نے فرمایا کہ آئندہ بھی ہمیشہ اس جلسہ کے یہی مقصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نومسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں تو ان مقاصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ یہ جلسہ سالانہ تھا۔ سو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ سالانہ جلسہ حضرت مسیح موعودؑ کا قائم کردہ ایک طریق ہے جس کے بغیر کامیابی مشکل ہے‘‘۔

اسی سلسلہ میں قوی مانع کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

’’قوی مانع وہ ہو سکتا ہے جب انسان کے دل میں تڑپ موجود ہو مگر ظاہری حالات ایسے پیش آجاتے ہیں کہ وہ اسے مجبور کر دیتے ہیں ایسے انسان کی وہ حالت ہوگی جو ایسے غیر مستطیع لوگوں کی ہے جن کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے **تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ماینفقون** ۔ وہ واپس چلے گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس غم سے کہ وہ مال نہیں پاتے جسے خرچ کریں۔ سو اگر حالت ایسی ہو کہ اس قسم کا مانع پیش آجائے کہ اس سالانہ جلسہ میں غیر حاضری کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور دل میں غم ہو تو بے شک قوی مانع ہے۔ لیکن جب اپنی ضروریات کے لئے کسی کی موت کی وجہ سے یا کسی شادی کی وجہ سے گھرانوں کے گھرانے نکل پڑتے ہیں تو اپنے آپ کو ادنےٰ ادنےٰ عذروں پر سے محروم کر لینا جسے خدا کے مامور نے اس قدر اہمیت دی ہے۔ پرلے درجہ کی بدقسمتی ہے‘‘۔

ذکر الٰہی کے چار دن

(۱۹۸۹ء)

حضرت امیر قوم مولانا محمد علی کی ایک خواہش

جلسہ سالانہ ایک ایسا موقعہ ہے جو اگرچہ صرف تین دن کا اجتماع ہے لیکن اس میں ایک ایسا زبردست ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ بہت سے بُرے اثرات کو دُور کر کے دلوں پر ایک ایسا نقش کر دیتا ہے جو بعد میں تھوڑی سی توجہ سے سارا سال قائم رہتا ہے۔

ہمارا سالانہ اجتماع عام اجتماعوں کی طرح نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تین دن ایک طرح پر صبح سے شام اور شام سے صبح تک ذکر الٰہی کے دن بن جاتے ہیں۔ تقریروں کی غرض صرف قرآن کریم کی عظمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، دین کی عظمت کا دلوں پر نقش کرنا ہے نیز بتایا جاتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام جو ہمارے سید و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تڑپ یعنی کلمہ حق کا دنیا میں پہنچانا اس میں ہم نے اب تک کیا کچھ کیا ہے اور آئندہ کیا کچھ کرنا ہے؟

باہم دوستوں کی میل ملاقات ہو تو اس میں بھی یہی ذکر ہو۔ دن ہے تو مسجد میں سب اکٹھے ہو کر خدا کے سامنے گر رہے ہیں۔ رات ہے تو اپنی اپنی جگہ گریہ و زاری کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا بول بالا کر دے۔ غرض سارے مجمع پر ذکر الٰہی کا ایک ایسا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے جو کسی دوسرے مجمع میں نظر نہیں آتا۔ اس پاکیزہ مجمع میں آپ کے بچے آئیں گے تو یقین رکھیے کہ وہ ایک نہایت نیک اثر لے کر جائیں گے اور مادہ پرستی اور دہریت کی اس زہریلی ہوا کے لئے جس کے اندر انہیں سال بھر رہنا پڑتا ہے یہ ایک نہایت موثر تریاق ہے۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا جائے اور انکے سامنے ایک ایسا لائحہ عمل رکھا جائے جس سے وہ اپنے آپ کو خود اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اپنے عزیزوں اور اقرباء کے لئے مخلوق خدا کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکیں۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ جلسہ سالانہ کے اس موقع پر **بارہ سال کے اوپر کے سب نوجوانوں کو شامل کیا جائے**۔

حضرت امیر مرحوم مولٰینا صدرالدین

رحمتہ اللہ علیہ کے تاکیدی ارشادات

’’حضرت امام الزمان نے قوم کو زندہ رکھنے کے لئے جلسہ سالانہ کا اہتمام کیا وہ شخص جو حضرت کو امام مانتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ حضور کی آواز پر لبیک کہے آپ نے لکھا کہ اس اجتماع میں شریک ہونے کے بڑے فوائد ہیں۔تمہارا رابطہ اور اتحاد بڑھے گا۔ المومن مرۃ المومن۔ مومن دوسرے مومن۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لئے شیشے کا کام دیتا ہے کبھی اس کو دوسرے کے آئینہ میں اپنے نقص نظر آئیں تو ان کو دور کرتا ہے اور جو کوئی خوبیاں نظر آئیں ان پر پختہ ہوجاتا ہے اس طرح اپنی اصلاح کرتا اور ترقی کرتا ہے۔

حضرت امام الزمان نے بڑا زور دیا ہے کہ احباب جلسہ سالانہ پر جمع ہوں اس سے برکت پیدا ہوتی ہے۔وہ لوگ جو حضرت کو امام برحق مانتے ہیں وہ مرد اور عورتیں آئندہ جلسہ سالانہ پر سب یہاں جمع ہوں اور بچوں کو ساتھ لائیں۔تاکہ ان میں بھی وہ صفات حسنہ پیدا ہوں جو حضرت مجدد الزامن نے اس جماعت میں پیدا کی ہیں‘‘۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 25 نومبر 1966ء)

☆☆☆☆

امیر جماعت احمدیہ لاہور

حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان مرحوم ومغفور کا نام

احباب وخواتین جماعت!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

ہم سب کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دسمبر کی تاریخوں میں ہمیں اپنے سالانہ دعائیہ اجتماع میں شرکت کا موقعہ مل رہا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ یہ اجتماع خالصتاً حضرت امام وقت بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشاد کے ماتحت کسی دنیوی اغراض کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف دینی مقاصد اور جماعتی تعلقات کی تقویت کے لئے منعقد ہوتا ہے۔جو بہت سی خیرات وبرکات کا موجب ہوتا ہے۔

آپ سب سے میری گذارش ہے کہ آپ ان ایاّم اللہ میں ضرور شرکت فرمائیں اپنے بڑوں اور چھوٹوں کو ابھی سے مستعد کریں اور یہ چار دن محض للہ فی اللہ مرکز میں گذاریں۔اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے۔آپ کی ممکنہ مشکلات کو دور کرے اور سفر کو آسان فرمادے۔جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی راہ میں چل نکلتا ہے تو وہ خود اس کا متکفل ہوجاتا ہے۔میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام

سعید احمد

دارالسلام کالونی

۵۔عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

سالانہ جلسہ میں تنظیم جماعت کا عملی سبق

(از حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ)

ہمارے سالانہ جلسہ کی اہمیت تو اسی سے واضح ہے کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد پر اور آپ کے تعامل پر مبنی ہے۔ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کے ساتھ ہی رکھی اور اس جماعت کے نظام میں اس کو خاص اہمیت دی۔ اسے روحانی فیوض کے علاوہ تبلیغ اسلام کی تجاویز سوچنے اور ان پر عمل پیرا ہونے اور علم دین حاصل کرنے کا خاص ذریعہ ٹھہرایا۔ سچ تو یہ ہے کہ جس قدر غور کیا جائے۔ اس کے فوائد ہی فوائد نظر آتے ہیں۔ انہی میں سے ایک فائدہ یہ ہے، جسے ہمیں اس اجتماع میں خاص طور پر مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس میں تنظیم جماعت کا عملی سبق بھی ہے۔

تنظیم جماعت کی سب سے پہلی ضرورت

تنظیم جماعت کی سب سے پہلی ضرورت اس کے افراد میں میل جول کا پیدا کرنا ہے اس کے بغیر کوئی تنظیم موثر نہیں ہوسکتی۔ اپنی اپنی جگہ پر جماعتوں کے اندر میل جول کا محدود دائرہ سالانہ جلسہ کے رنگ میں وسیع ہو کر ساری جماعت پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اور دور نزدیک کے بہت سے احباب اس موقعہ پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں پر ایک نئی قوت عمل لے کر پھر اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ جس طرح پر ایک انسان اپنی قوت بدن کو بحال رکھنے کے لئے ایک مقررہ وقت پر غذا کا محتاج ہے اسی طرح جماعت کے نظام کا قیام بغیر اس کے نہیں رہ سکتا کہ ہم سال بھر میں ایک مقررہ وقت پر جمع ہو کر نئی روحانی غذا حاصل کریں۔

شامل نہ ہونے والے احباب کے عذر

اکثر احباب جو اس موقع پر شمولیت سے پیچھے رہ جاتے ہیں وہ دو عذروں کی وجہ سے رہ جاتے ہیں۔ اوّل خرچ اور دوسرے سفر کی تکلیف، جہاں تک خرچ کا سوال ہے ایک حد تک یہ بات درست بھی معلوم ہوتی ہے کہ بعض دوست فی الواقع کافی خرچ نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہوتے ہیں۔ لیکن قریب قریب کی جماعتوں کے لئے یہ عذر صحیح نہیں۔ ایک طرف دہلی اور دوسری طرف پشاور کو میں قریب کی جماعتوں میں سے ہی سمجھتا ہوں۔ ہم دن رات اپنے دینوی کاموں کے لئے لمبے سفر بھی کرتے رہتے ہیں۔ اگر سال میں ایک دفعہ دین کے لئے، خدا کی رضا کے لئے سفر کرنا پڑے تو اس کے لئے تھوڑے سے خرچ کو عذر بنانا درست نہیں۔ عموماً یہ عذر اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب یا تو ہمارا اپنا ارادہ کافی مضبوط نہیں ہوتا اور یا ہم اپنے سالانہ اجتماع کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہم میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس آیت کریمہ کا مصداق ہوں۔ **تولوا واعینهم تفیض من الدمع الایجدوا ماینفقون** ۔یعنی جب ان کے لئے سواری کے خرچ کا انتظام نہ ہوسکا تو وہ پھر گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ ان کو خرچ نہیں ملتا کہ سفر کرسکیں۔ پس ایسے احباب تو عنداللہ معذور ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا عموماً قریب قریب کے رہنے والے یہ عذر نہیں کر سکتے ہاں سفر بہت لمبا ہو تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باری مقرر کر کے بعض احباب ایک سال آجائیں اور بعض دوسرے سال آجائیں لیکن بہت سے احباب ایسے ہیں جو محض سستی کرتے کرتے رہ جاتے ہیں اور اگر وہ مضبوط عزم کرلیں تو سامان ان کو میسر آسکتے ہیں"۔

دوسرا عذر سفر کی تکلیف ہے جس کو بالخصوص سردی کے موسم کی وجہ سے اہمیت دی جاتی ہے اس سے بڑا عذر ان لوگوں کا تھا جنہوں نے کہا تھا گرمی بہت ہے، ہم نہیں نکل سکتے مگر اللہ تعالیٰ نے اس عذر کو قبول نہیں فرمایا۔ گرمی کے مقابل میں سردی کا عذر بہت کمزور ہے۔ سفر کی تکلیف کا عذر تو یہ کچھ بھی نہیں جس شخص کے دل کے اندر وہ ایمان پیدا نہیں ہوا جو خدا کے رستے میں تکلیف کو راحت بنا دے وہ حلاوت ایمان سے محروم ہے۔ زندہ ایمان خدا اور رسولؐ کی وہ محبت دل میں پیدا کر دیتا ہے کہ سفر کی تکلیفیں اس کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہیں بلکہ فی الواقع ان میں لذت محسوس ہوتی ہے۔

ہمارے بزرگوں کا طرز عمل

جہاد بالسیف کے لئے تو ہمارے بزرگوں نے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ان کو ہر ایک جانتا ہے لیکن وہ لوگ علم کے حصول کے لئے بھی تکلیف میں راحت پاتے تھے۔ایک حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لئے ایک ماہ کا سفر اور اس زمانہ کا سفر جس کے مقابل آج کا سفر آرام ہی آرام ہے۔اور ملک عرب کا سفر،ان کے لئے معمولی کام تھا۔ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا وہ ابتدائی زمانہ یاد ہے جب دو چار دوست ملتے تھے اور ہر ہفتے یا پندرھویں دن قادیان کا رخ کرتے تھے۔رات کو بارہ بجے کے قریب بٹالہ اسٹیشن پر گاڑی پہنچتی تھی۔ وہاں سے کئی دفعہ اسی وقت پیدل چل پڑتے تھے اور صبح ۳ بجے کے قریب قادیان پہنچ کر جہاں جگہ ملی پڑے رہتے تھے اور اس میں راحت ہی راحت معلوم ہوتی تھی۔سوا گر خدا اور رسول پر ایمان ہو تو یقیناً وہ محبت دل میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے تکلیف بھی راحت بن جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد ۔ہم نے انسان کو مشقت کے لئے پیدا کیا ہے۔دنیا میں کامیاب وہی انسان ہوتا ہے جو مشقت کو کامیابی کا ذریعہ سمجھ کر اس میں راحت پاتا ہے پھر یہ سفر تو فی الحقیقت تبلیغ دین کے جہاد کا ایک حصہ ہے اور جہاد میں کیا کیا مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں جن کے سامنے ہماری اس مشقت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔یہ سب جانتے ہیں۔آج بعض دوست یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے جہاد کے لئے آئیں تو آگے ان کے لئے آرام ہو۔کھانا اچھا ہو،مکان بھی علیحدہ ہو جس میں ہر قسم کی آسائش ہو۔میں یہ نہیں کہتا کہ یہاں منتظمین کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان چیزوں کا انتظام کریں۔کھانا مکان وغیرہ سب چیز کا خیال رکھیں۔ بلاشبہ یہ ان کا فرض ہے لیکن جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے آرام مہیا ہو وہ نصف فوائد اس اجتماع کے پہلے ضائع کر دیتا ہے۔سفر کرنے والے کو یہ پختہ فیصلہ کر کے چلنا چاہیے کہ اس سفر میں کسی تکلیف اور مشقت کی پروا نہیں ہوگی۔یہ پہلی شرط ہے جس کے بغیر ہمیں وہ روحانی فوائد حاصل نہیں ہو سکتے جو اس اجتماع سے حاصل ہونے چاہئیں۔

تنظیم جماعت کا عملی سبق دینے والی چند باتیں

اب میں چند ان باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں جن کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر عمل میں لا کر ہم تنظیم جماعت کا عملی سبق سیکھ سکتے ہیں:

پہلی بات: تین دن کی باقاعدہ شرکت

ان میں سب سے پہلی بات پورے تین دن کی شمولیت جلسہ ہے۔یعنی جب تک جلسہ ختم نہیں ہوتا مرکز میں ٹھہرنا چاہیے۔ بہت سے دوست ہیں جو یا پہلے دیر سے پہنچتے ہیں اور یا ایک دو دن جلسہ میں شامل ہو کر پھر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ ہمارا فرض ہے کہ جلسہ میں شامل ہوں۔ بلکہ غالباً یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم کسی پر احسان کر رہے ہیں جو جلسہ میں آگئے ہیں اور ہمارا شکل دکھا دینا ہی کافی ہے۔نہ وہ سب تقریروں کو سن سکتے ہیں نہ ہی دوسرے احباب کے ملنے جلنے کے لئے وقت نکالتے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں ان کا یہاں آکر اور شکل دکھا کر چلے جانا کافی ہے وہ خرچ بھی برداشت کرتے ہیں۔سفر کی تکلیف بھی اٹھاتے ہیں۔مگر تھوڑی سی غلط فہمی کے ماتحت کہ بس شمولیت کافی ہے اجتماع کے فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔بعض دوست یہ عذر کر دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے کاروبار میں فرصت نہیں ملتی۔یہ عذر میں ان لوگوں کی طرف سے درست سمجھتا ہوں جو کسی کے ملازم ہیں اور باوجود پوری کوشش کے انہیں فرصت نہیں ملتی یا پورے وقت کے لئے رخصت نہیں ملتی۔لیکن زمیندار،تاجر اور دیگر کاروباری لوگ یہ عذر نہیں کر سکتے۔ان کو اپنی دنیوی ضرورت پیش آجائے تو آٹھ دن بھی باہر رہ سکتے ہیں۔لیکن دین کی ضرورت کے لئے تین دن نہیں نکال سکتے۔گو ان کو یہ خیال نہ ہو۔مگر دوسرے بھائیوں کے دلوں میں یقیناً یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ لوگ ہماری برادری میں اپنے آپ کو شامل نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو دوسرے بھائیوں سے اونچے مرتبہ پر سمجھتے ہیں یہ ایک دینی برادری ہے اور اس دینی برادری میں امیر و غریب اسی طرح یکساں ہیں جس طرح دنیوی برادری کے موقعہ پر۔اس لئے میں سب احباب کی خدمت میں گذارش کروں گا۔کہ وہ پورے تین دن جلسہ کے لئے نکالیں اور سال میں ایک دفعہ اس دینی برادری میں دوسرے بھائیوں کے برابر آکر بیٹھیں۔یہ تنظیم جماعت کا پہلا عملی سبق ہے۔

دوسری بات،نماز باجماعت

دوسرا عملی سبق جو فی الحقیقت اپنی اہمیت کے لحاظ سے اول درجہ پر ہے وہ ان تین دنوں میں نماز باجماعت کی پابندی ہے،ہمارا سلسلہ ایک روحانی سلسلہ ہے،ہم ایک روحانی جنگ کے سپاہی ہیں اور اس جنگ میں روحانیت ہی ہمارا اصلی ہتھیار ہے۔اس لئے جو چیز ہماری روحانیت کی بنیاد ہے،اس کی طرف یہاں آکر سب سے پہلے توجہ بکار ہے۔لاہور پہنچ کر ہم جہاں چاہیں رہیں۔لیکن نماز مقررہ وقت پر مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔جو لوگ تقریروں کے وقت تو آجاتے

ہیں۔کھانے کے وقت بھی جمع ہو جاتے ہیں اگر وہ نماز کے وقت جمع نہ ہوں تو یہ حد درجہ قابل افسوس امر ہے۔ نماز مسلمانوں کی تنظیم کا بنیادی پتھر ہے۔ شارع علیہ السلام نے نماز باجماعت کے ذریعہ سے ہی وہ تنظیم مسلمانوں میں پیدا کی جس کی آج دنیا مداح ہے۔ وہ ایک ہوئے تو نماز باجماعت کے ذریعہ سے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ایک سطح پر کھڑے ہوئے۔ اور ایک دوسرے کے غم دکھ میں شریک ہوئے۔ ایک دوسرے کے ہمدرد بنے تو نماز باجماعت کے ذریعہ سے۔ اسی لئے شارع علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اقامت کہلوا کر خود مسجد سے چلا جاؤں۔ اور ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو اس وقت گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور نماز باجماعت کے لئے نہیں آتے۔ قرآن کریم نے تو لفظ ہی **یقیمون الصلوۃ** کے استعمال کئے ہیں۔ اور اقامت ہوتی ہی جماعت کے وقت ہے اکیلے کی نماز میں اقامت کوئی نہیں۔ تو بغیر جماعت نماز پڑھنے سے سوائے اشد مجبوری کے) **یقیمون الصلوۃ** کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی۔ پھر جب ہر طرف سے احباب جماعت کا اجتماع ہوتا ہے اس وقت اگر ان کے سامنے یہ نظارہ ہی ہو کہ چار آدمی ایک ڈیرے میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دس دوسرے میں اور ایک کہیں ٹکریں مار رہا ہے تو جماعت کی تنظیم کی بنیاد ہی برباد ہو گئی۔ تنظیم کی عمارت کیا بنے گی؟ اس لئے مجھ میں جس قدر قوت ہے اس پوری قوت کے ساتھ خدا کے حکم یقیمون الصلوۃ کی طرف توجہ دلاتا ہوا جملہ احباب سے یہ عرض کروں گا کہ یہ تین دن پانچوں نمازیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ اور کھانے پر لیکچروں پر، باہم گفتگو پر، کسی مجلس میں حصہ لینے پر، غرض ہر چیز پر نماز باجماعت کو مقدم کریں، اس میں میرے مخاطب صرف بیرونجات سے آئے ہوئے احباب ہی نہیں بلکہ لاہور کی جماعت بھی ہے۔ وہ بھی نماز کو جلسہ کا ضروری جزو سمجھ کر بلکہ سب سے اہم جزو سمجھ کر مسجد میں نماز باجماعت وقت مقررہ پر ادا کریں۔

تیسری بات پابندی اوقات

تیسرا عملی سبق تقریروں کے وقت پابندی کا ہے۔ بہت سے دوست ایک یا دو آدمیوں کو سامنے رکھ کر یہ پہلے ہی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ فلاں صاحب کی تقریر ہو گی تو سنیں گے اور باقی ادھر ادھر پھرتے رہیں گے۔ یا گھر میں بیٹھے رہیں گے میں پھر اس بات کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ وہ جلسہ کی شمولیت کو اپنا فرض منصبی سمجھیں۔ وہ اس غرض کے لئے نہ آئیں کہ کوئی مزیدار تقریر سنیں گے بلکہ اس لئے آئیں کہ یہ جلسہ ہماری جماعت کا بنیادی نظام ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کس دوست کے منہ سے کوئی درد سے بھرا ہوا کلمہ ایسا نکلے گا جو دل پر اثر کر جائے اور نہ کوئی جانتا ہے کہ کس کی لچھے دار تقریر بظاہر تو خوش کرنے کا موجب ہو گی لیکن دل پہ اس کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ ''ہر گدا را بر درت نازے دگر'' والا معاملہ ہے۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ جو لوگ میری طرح بہت تقریریں کرنے کے عادی ہیں ان سے کوئی نئی بات سننے میں کم آتی ہے اور ایک شخص جو پہلی مرتبہ درد دل کو لے کر کھڑا ہوا ہے شاید اس سے ہم کو زیادہ مفید باتیں مل جائیں۔ مقرروں کی دلشکنی اپنی غیر حاضری سے نہ کریں۔ اور جس طرح ایک جماعت کے طالب علم پابند ہوتے ہیں کہ اپنے اساتذہ کے سبقوں میں سے یکے بعد دیگرے حاضری پوری کریں۔ اسی طرح وہ بھی اپنی حاضری کو پورا کریں۔ مختلف لیکچرار مختلف مضامین کو پڑھانے والے اساتذہ ہیں اور سننے والے اس وقت سب طالب علم کی حیثیت میں ہوتے ہیں۔ جو شخص طالب علم بن کر نہیں آتا وہ نہ بڑے زبردست لیکچرار سے کچھ حاصل کرتا ہے نہ معمولی سے۔ اور جو طالب علم بن کر آتا ہے وہ دامن مراد کو بھر کر لے جاتا ہے۔ خواہ لیکچر کمزور ہی ہو۔

مقررین کو بھی اوقات کی پابندی کرنی چاہیے

اس سلسلہ میں تنظیم کے ایک چوتھے عملی سبق کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس طرح سامعین وقت کے پابند ہیں کہ لیکچروں میں شامل رہیں۔ مقررین کو اپنے وقت کا پورا پابند ہونا چاہیے جب مدرسہ میں گھنٹی بجتی ہے تو سوائے اس کے کہ آخری استاد کا وقت ہو کسی استاد کی مجال نہیں کہ ایک منٹ بھی جماعت کو اس وجہ پر روک رکھے کہ ایک نہایت ضروری مضمون در پیش تھا۔ اسی طرح لیکچرار کا فرض ہے کہ اپنے وقت مقررہ کا پورا پابند ہو۔ اگر اس کے پاس بہت سی مفید باتیں ہیں جن کے بغیر وہ سمجھتا ہے کہ لوگ تشنہ رہیں گے تو اس کا فرض ہے کہ وہ پہلے لمبی چوڑی تمہید میں وقت ضائع نہ کرے پھر ان کو اس قدر مختصر پیرائے میں بیان کر کے وہ سب باتیں لوگوں کو پہنچ جائیں اور بالفرض اگر کوئی عظیم الشان نکتہ باقی رہ گیا ہے تو حسب کتاب اللہ کہتا ہوں قرآن کی طرف توجہ دلائے اور اپنی تقریر کو اپنے وقت پر ختم کر دے۔

نظام کی پوری پابندی کرو

پابندی وقت خود ایک عظیم الشان عملی نکتہ ہے بعض وقت مقرروں کو جب سٹیج سیکرٹری اطلاع دیتا ہے کہ تمہارا وقت ختم ہے تو وہ حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اگر تمہاری اجازت ہو تو میں اس مضمون کو پورا کرلوں یعنی اپنے سے پیچھے آنے والے مقرر کا حق لے لوں۔ حالانکہ یہ سامعین کے اختیار کی بات نہیں کہ وہ لیکچراروں میں وقت تقسیم کرنے بیٹھیں۔ اس لئے ان میں سے دس پانچ کی آوازیں بلند کر دینا کہ آپ مضمون کو جاری رکھیں خلاف آداب مجلس ہے اور بدنظمی کا بدترین مظاہرہ۔ اور نہ سٹیج سیکرٹری کے اختیار میں ہے کہ مقررہ پروگرام کو چھوڑ کر کسی کو کہہ دے کہ اچھا آپ دس منٹ اور لے لیں بلکہ خود مقرر کا بھی اختیار نہیں کہ وہ اپنا وقت چھوڑ دے۔ یہ سب کچھ ایک نظام کے ماتحت ہوا ہے۔ اور اگر ایک لیکچرار وقت پر نہ پہنچے یا کسی وجہ سے معذور ہو جائے تو اس نظام کے ماتحت کوئی انتظام ہوگا۔

سٹیج سیکرٹری اس بات کا پابند ہے کہ کسی مقرر کو مقررہ پروگرام سے ادھر ادھر نہ ہونے دے اور سامعین کا اگر کوئی فرض ہے تو وہ یہی ہے کہ مقررہ پروگرام کے مطابق عمل پر زور دیں۔ بلکہ مقررین کو خود چاہیے کہ اپنے وقت کو دیکھ کر عین وقت پر خود اپنی تقریر کو ختم کر دیں۔ اور سٹیج سیکرٹری کی توجہ دلانے کے محتاج نہ ہوں۔

پانچواں عملی سبق

پانچواں عملی سبق تنظیم جماعت کا جو اس جلسہ سے حاصل کرنا چاہیے ہر بات میں پابندی اوقات کا لحاظ ہے۔ جو نماز کا وقت ہے اس سے دس منٹ پہلے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے، جو لیکچر کا وقت ہے اس سے پانچ منٹ پیشتر اپنی جگہ پر بیٹھ جانا چاہیے اور اس کی پابندی ان لوگوں کو بھی کرنی چاہیے جو خود لیکچرار ہیں۔ یہ عذر نہ ہونا چاہیے کہ ہم اس وقت اپنا لیکچر تیار کرنے میں مصروف تھے جس نے لیکچر تیار کرنا ہے وہ پہلے تیار کر کے آئے۔ اسی طرح پر افسر جلسہ کی طرف سے جو کھانے کے اوقات دیئے جائیں۔ انہی اوقات میں کھانا کھا لینا چاہیے۔ آگے پیچھے جانے سے انتظام میں گڑبڑ ہوتی ہے۔ اور شکایات کا دروازہ وسیع ہوتا ہے۔ آخر کیا رمضان کے مہینے میں ہمیں یہ عادت نہیں ہو جاتی کہ سحری کا وقت ہو جانے کے بعد کھانا ترک کر دیں اور افطار کے وقت جلدی کر کے پہلے افطار کریں۔ اور اس موقعہ پر بھی مساوات کا نظارہ دکھانا چاہیے۔ یہ خیال نہ ہو کہ ہم جس وقت جا کر کہیں گے، کھانا مل جائے گا۔

چھٹا عملی سبق

چھٹا عملی سبق باہم تعارف کا بڑھانا ہے۔ اس دفعہ لیکچرروں کا وقت کم کر دیا گیا ہے۔ اس کی غرض صرف یہی ہے کہ جو وقت بچے اسے باہم تعارف بڑھانے میں صرف کیا جائے۔ کتنی کتنی دور سے لوگ جلسہ میں آتے ہیں تو یہ بہت ہی افسوس کا مقام ہوگا۔ اگر اس قیمتی اجتماع سے باہم تعارف کو بڑھانے کا فائدہ حاصل نہ کیا جائے۔ جن لوگوں سے ہم دن رات ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ سوائے ضرورت کے وقت صرف نہ کیا جائے۔ بلکہ وہ لوگ جنہوں نے خدمت دین کے لئے اس قدر صعوبت اٹھائی ہے اور دور دور سے آئے ہیں۔ ان سب کے ساتھ ملنا ان کے حالات دریافت کرنا چاہیے۔ یہ ہماری دوستیاں صرف اللہ کی رضا کے لئے ہیں۔ ان کے بڑھانے میں ہم جس قدر وقت خرچ کریں گے۔ وہ گو عبادت کے اندر ہی داخل ہے۔ کیونکہ اصل مقصد حصول رضائے الٰہی ہے۔

الغرض یہ چند دن محض خدا کے فضل سے ہمیں ایسے مل جاتے ہیں کہ جن میں روحانیت۔ علم۔ جذبہ۔ خدمت اسلام جذبہ محبت الٰہی و محبت رسول۔ جذبہ خدمت انسان۔ جذبہ اخوت اور مودت اللہ کو ہم ترقی دے سکتے ہیں۔ ان کا ایک لمحہ ضائع نہ ہونے دینا چاہیے۔

☆☆☆☆

قوم کی ترقی اور پاکستان کی مضبوطی کے لئے پاک زندگی اور اخلاص کی ضرورت

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے اخلاص وتقویٰ کا درخشاں نمونہ

حضرت مجدّد وقتؒ نے متقی اور منظّم جماعت پیدا کی، جو خدمتِ دین کے کام میں مصروف ہے

افتتاحی تقریر حضرت مولانا صدرالدینؒ برموقعہ جلسہ سالانہ مورخہ 25 دسمبر 1963ء

نبی کریم صلعم کا اہم اعلان

میں ذاتی مفاد نہیں پہنچا سکتا

سرورِ کائنات نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ ملانے کے لئے یہ نہیں کہتا عندی خزائن اللّٰہ۔ میرے پاس خدا تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ اس لئے تم میرے پاس آجاؤ۔ میرے بن جاؤ۔ میری جماعت میں شامل ہوجاؤ۔ میں اس قسم کا اعلان نہیں کرتا۔ بلکہ میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس نہ تو خزانے ہیں، نہ ہی غیب دان ہوں۔ اور نہ ہی میں فرشتہ ہوں، اس اعلان کی غرض یہ ہے کہ جو شخص میرے پاس آنا چاہتا ہے۔ وہ طمع کی خاطر نہ آئے۔ میں کسی کے رزق کو نہیں بڑھا سکتا۔ کسی کی بھیڑ بکری کو، اونٹوں کو جو اس ملک کی دولت ہے بڑھا نہیں سکتا۔ میں کسی کو پوتے یا اولاد نہیں دے سکتا۔ اور یہ بات واضح طور پر بیان کرتا ہوں لا اعلمہ الغیب یعنی کسی کی قسمت کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ لوگ اس زمانہ میں ساحروں کے پاس نجومیوں کے پاس اور ہاتھ دیکھنے والوں کے پاس اور قسمت کا حال بتانے والوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور آج بھی جاتے ہیں۔

کوہ مری کے پہاڑ پر بڑے پڑھے لکھے، وزراء بھی ان لوگوں کے پاس جو موہڑہ شریف وغیرہ وغیرہ میں کوئی باخدا لوگ رہتے ہیں اپنی قسمت کا پتہ دریافت کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ لوگ لاہور میں آتے ہیں پتہ لینے کے لئے کہ کیا ہماری دولت بڑھ سکتی ہے۔ ہمارے ہاں اولاد پیدا ہو سکتی ہے۔ ہماری اولاد کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ ہمارے مقدمہ کا کیا نتیجہ ہوگا۔ حضورؐ نے لوگوں کی ان عادات کے پیش نظر فرمایا لا اقول عندی خزائن اللّٰہ۔ میں اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے نہیں جن کا لالچ دے کر میں اس قوم کو اپنے گرد جمع کرسکوں۔ ولا اعلمہ الغیب۔ کوئی غیب کی بات مجھ سے پوچھے اپنی قسمت پوچھے۔ اپنی اولاد کی قسمت پوچھے۔ میں کچھ نہیں بتا سکتا لا اقول لکم انی ملک۔ بشری لوازمات میرے ساتھ بھی ایسے ہی لگے ہوئے ہیں جیسے تمہارے ساتھ۔

دینی کاموں میں اخلاص کی ضرورت

ان لوازمات کے ہوتے ہوئے میں تمہارے لئے ایسا نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے تم شرف حاصل کرسکو اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہوسکو۔ میں بے بس ہوں۔ میری جماعت نہیں ہے، اور باوجود اس بے بسی کے میں کسی کو دھوکہ نہیں دینا چاہتا ہوں۔ میں اخلاص پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ اخلاص حاصل کرنا نہایت ہی مشکل ہے۔ ہر کام مثلاً جہاد میں اخلاص ہو، عبادت میں اخلاص ہو، مالی قربانی میں اخلاص ہو، غرض ذاتی اغراض و مفاد ملحوظ نہ ہوں۔ سئل رسول اللّٰہ صلعم عن الرّجل یقاتل شجاعتہ و یقاتل حمیتہ و یقاتل رئاالناس حضور سے پوچھا گیا حضورؐ! آپ جہاد کا حکم دیتے ہیں، ایسے آدمی کی نسبت آپ کا کیا فتویٰ ہے جو شجاعت دکھانے کے لئے غیرت کی وجہ سے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے جہاد میں نکلتا ہے۔ ویقاتل رئا الناس۔ شہرت حاصل کرنے کے لئے جہاد کے لئے نکلتا ہے۔ فایّ ذالک فی سبیل اللّٰہ۔ حضورؐ! ان لوگوں میں سے کونسا آدمی ہے جو فی سبیل اللہ نکلتا ہے؟ فرمایا من قاتل لتکون کلمتہ اللّٰہ ھی العلیا۔ خدا کی بات کو بلند کرنے کے لئے جو نکلتا ہے۔ فذالک فی سبیل اللّٰہ۔ اسی کا یہ فعل فی سبیل اللہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص کو جہاد کرتے ہوئے تیر لگا۔ اور ایسا خطرناک تیر لگا کہ وہ گر گیا۔ وہ مرنے لگا۔ لیکن قوم کا جذبہ یہ تھا کہ جو شخص جام شہادت پیتا ہے اس سے بڑھ کر اور کسی کا رتبہ نہیں ہوسکتا۔ یہ اس کی زندگی کا انتہائی

بیرونی ممالک کے دورہ جات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ "آسٹریلیا"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا سڈنی میں جماعت اور غیر از جماعت مندوبین سے خطاب، اور مہمانان خصوصی کو قرآن مجید پیش کرتے ہوئے، شرکاء اور بیعت کے مناظر۔

آسٹریلیا: حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سڈنی میں خطبہ جمعہ، لیکچر، درس قرآن دیتے ہوئے اور نیوٹاؤن کونسل کے ممبران، آسٹریلیا جماعت کے ممبران اور منتظمین کے ساتھ۔
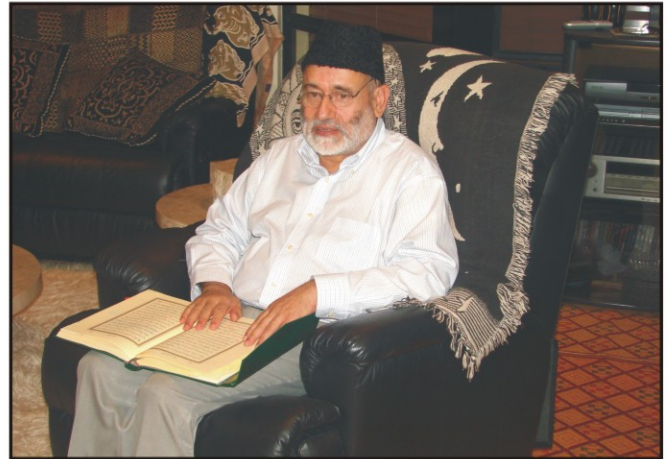
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ”انگلینڈ“

UK جماعت کے نمائندوں کا گیٹ ویک ایئرپورٹ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال، خطبہ جمعہ اور فیملی ڈے کے پروگرام کی مختلف جھلکیاں
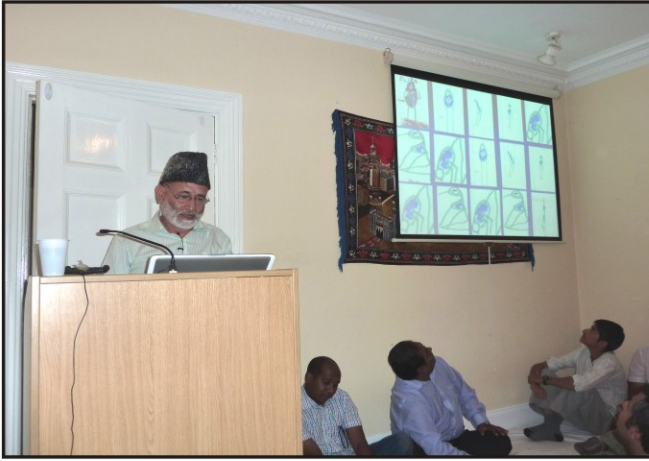
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ’’گیانا‘‘

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور عالم شاہ صاحب (صدر گیانا جماعت) کا خطاب،

محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ (نمائندہ سنٹرل انجمن) کا تنظیم خواتین سے تبادلہ خیال اور ’’بربیس‘‘ میں مولانا آزاد خان اسماعیل کے خاندان کے ساتھ گروپ فوٹو،

جارج ٹاؤن اور بربیس میں بیعت کے مناظر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ "جرمنی"

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا برلن میں خطبہ جمعہ، جماعت اور غیر از جماعت افراد سے ملاقات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''فجی''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ انجمن کا شائع کردہ بیان القرآن مختلف جماعتوں کے شرکاء کو دیتے ہوئے اور محترم عامر عزیز الازہری (جنرل سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجمن) ،محبوب رضا صاحب، عبدالنسیم صاحب (صدر جماعت فجی) کے خطاب اور بیعت کے مناظر

حضرت امیر ایدہ اللہ کا دورہ ''ہالینڈ''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا یوٹرخت میں چھ جماعتوں کے مشترکہ استقبالیہ جلسہ سے خطاب اور یورپ کے نمائندے عبدالصمد سنتو صاحب کا خطاب،

مقصد ہے اس لئے قوم جمع ہوگئی اور کہا **حنیئاً لك حنیئاً لك** مبارک ہوتم کو یہ شہادت مبارک ہو مبارک ہوتم کو یہ شہادت، فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلا نہیں غلط ہے **ان الشملة التی اخذھا من غنا ئمہ خیبر لتشتعل علیه ناراً** ۔اس شخص نے خیبر کے مال میں سے ایک چادر اٹھائی تھی، وہ آگ بن کر اس کے اوپر شعلہ زن ہوگئی۔اس لئے **حنیئاً لك حنیئاً لك** شہادت مبارک ہو کہنا غلط ہے۔کیا آپ نے اس دنیا کے جرنیلوں اور کرنیلوں کو بھی یہ سنتے دیکھا ہے کہ اس کا ساتھی تو جان دے اور اس کو بلند اخلاق کا سبق پڑھانے کی پڑی ہوئی ہو۔وہ اس قوم کے اندر اخلاص پیدا کرنا چاہتا ہے۔تم شہادت کہتے ہو، یہ شہادت نہیں اس شخص نے خیبر کے مال غنیمت میں سے ایک چادر اٹھالی تھی وہ آگ بن کر اس پر جلے گی۔ایسے واعظ کا ساتھ کون دے گا۔نہ تو یہ چادر اٹھانے دیتا ہے نہ مرجانے پر اس کی شہادت مانتا ہے۔کون آدمی اس کا ساتھ دے۔اس کا ساتھ وہی دے سکتا ہے، جس کے اندر اخلاص ہو، جس کے سامنے کسی قسم کا ذاتی مفاد اور لالچ نہ ہو۔

اعمال کا انحصار نیاّت پر

فرمایا **انما لاعمال بالنیات** اعمال کی قدر و قیمت کا انحصار نیات پر ہوتا ہے۔ **من ھا جر له نیا بصبیھا** جو ہجرت کرتا ہے مال دنیا حاصل کرنے کے لئے یا **من ھاجرلا مراة ینکحھا** یا جو ہجرت کرتا ہے کسی ملک کی خوبصورت عورت سے نکاح کرنے کے لئے **فھجر تة الی ماھا جر الیه** تو اس کی ہجرت میں **للھیت** نہیں بلکہ یہ دنیا کے مفاد ہیں جن کے لئے وہ ہجرت کرتا ہے اور فرمایا **ومن النّاس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه** ۔باخدا لوگ وہی ہوتے ہیں جو خدا کی رضا کے حصول کے لئے جان تک قربان کر دیتے ہیں۔

تا قیامت زندہ رہنے والا فلسفہ

یہ ہے محمد رسول اللہ صلعم جو نہ تو مال لینے دیتا ہے نہ وہ شہرت حاصل کرنے کے لئے کس کو کہتا ہے کہ میدان جنگ میں آؤ۔ بلکہ وہ فلسفہ بیان فرماتا ہے اور کسی قدر اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے تا قیامت زندہ رہنے والا فلسفہ ہے۔تا قیامت قوم کے اندر اخلاص پیدا کرنے والا فلسفہ ہے۔

رسول کریم صلعم کی بے نفسی

اور خود بھی یہ سبق دیتے ہوئے فرمایا **لا اسئلکم علیه من اجر** ۔میں بھی اس مصیبت کا، اس جان دینے کا، اس دشمنی کے برداشت کرنے کا، اپنے چچا حمزہؓ کے شہید ہونے کا، اپنے بھائی جعفر کے شہید ہونے کا۔اپنے بھائی زبیرؓ کے زخمی ہونے کا، خود زخمی ہو کر احد کی لڑائی میں گر جانے کا میں قطعاً کسی قسم کا اجر نہیں چاہتا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں دو کپڑوں میں حضرت کی وفات ہوئی، دو چادروں میں آپ کو دفن کیا گیا۔اس بادشاہ کے لئے نہ صندوق بنایا گیا نہ اس کے اندر مخمل لگائی گئی، نہ کوئی جلوس نکالا گیا، دو جہان کا بادشاہ اور معمولی قبرستان میں جس میں عام مسلمان دفن کئے جاتے ہیں۔اس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ماترک رسول اللہ صلعم **عند وفاته شاةً ولا بعیراً ولا دربھماً ولا دینا راً ولا امة ولا عبد اً** یعنی حضرت نے اپنے پیچھے کسی قسم کا مال و دولت بطور ورثہ نہیں چھوڑا تھا نہ علیؓ کے لئے جاگیر چھوڑی نہ فاطمہ الزہرہؓ کے لئے نہ حسنؓ وحسینؓ کے لئے حضرت کی وفات کے موقعہ پر سرور کائنات صلعم کی لخت جگر فاطمہ الزہرہؓ نے یہ شعر کہا:

ماذاعلی من شمّ تربة ا حمّدا

ان لا یشمه مدی الزمان غوالیا

جس کسی نے حضرت کی تربت کی مٹی کو سونگھ لیا وہ ساری عمر خوشبو نہ سونگھے تو یہ مٹی اسکے لئے کافی ہے۔

حضور اکرم صلعم نے اپنے عمل سے **لا اسئلکم علیه من اجر** کا اعلان سچ کر دکھایا۔

شجاعت اور سخاوت کا کمال

اگر احد اور حنین کی لڑائی میں یہ شخص اکیلا خچر پر کھڑا رہتا ہے جبکہ فوج بھاگ جاتی ہے تو شجاعت میں کمال کا درجہ دکھاتے ہیں۔مال آجاتا ہے تو سخاوت میں یہ کمال کا درجہ دکھاتے ہیں کہ اپنے گھر بغیر کسی چیز کے خالی ہاتھ لوٹ جاتے ہیں اور فتح مکہ کے دن صفوان بن امیہ، جو بہت بڑا امیر کبیر انسان تھا۔جو بہت بڑے بلند اخلاق کا انسان تھا۔وہ مخالف ہے۔مکہ فتح ہو چکا ہے۔عرب کا ملک آپ کے پاؤں کی چوکی بن چکا ہے۔لیکن وہ کہتا ہے کہ میں اسلام قبول نہیں کرتا۔فرماتے ہیں **لا اکراہ فی الدین** ۔اگر لالچ کو بند کیا، اخلاص پیدا کیا، تو اقتدار کے وقت یہ بھی دکھایا **لا اکراہ فی الدین** ۔اخلاص کے بغیر ہم نہیں چاہتے کہ ہماری طاقت اور اقتدار کو دیکھ کر ہمارے جبر کو دیکھ کر کوئی شخص مسلمان ہو جائے بلکہ ہر طرح کی افزائی کی۔کئی دفعہ اس کو دو دو سو اونٹ عطا کئے۔تو اس نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے برابر دنیا کا قطعاً کوئی انسان نہیں، میں آج اسلام قبول کرتا ہوں اور لکھا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں جن اعلیٰ صفات کا انسان وہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ویسا ہی بلند اخلاق کا مسلمان ثابت ہوا۔ لیکن یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا کرشمہ ہے کہ اخلاص بھی دکھاتے ہیں اور طاقت کے وقت کہتے ہیں **لا اکراہ فی الدین**۔

میدان جنگ میں دیانت وامانت کا وعظ

حنین کی لڑائی سے جب چالیس ہزار بھیڑ بکری ہاتھ آئی۔ چوبیس ہزار اونٹ ہاتھ آیا اور ہزاروں سکے چاندی کے ہاتھ آئے۔ تو آپ نے وعظ فرمایا۔ میدان جنگ میں فلسفہ سکھایا نادی **مناد یاایھا الناس ایاکم والغلول** دیکھو لوگو بددیانتی سے بچنا۔ اپنے اونٹ کی تھوڑی سی وبر یعنی پشم لے کر فرمایا (اونٹ کی پشم کو وبر کہتے ہیں) میں تمہارے اموال سے اتنا بھی نہیں لینا چاہتا اور میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر کسی نے مال غنیمت میں سے اونٹ کے گھٹنے باندھنے کی رسی بھی اٹھائی ہو تو وہ بیت المال میں پھینک دے تو لکھا ہے کہ کوئی چھوٹی موٹی چیزیں بھی جو لوگوں نے اٹھائی تھیں وہ بھی آکر رکھ دیں۔

بادشاہت میں غرباء کی ہمدردی

بادشاہ ہو گئے تو فرمایا **من ترک مالاً فلور ثتہ** ۔آج ہٹلر مر گیا۔ مسولینی مر گیا اور ان کے فرزند جو اقتدار سنبھالے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ساری زمینیں اور سارے اموال سلطنت کی ملکیت ہونے چاہئیں۔ لیکن حضور صلعم فرماتے ہیں: کوئی مر جائے تو اس کا مال اس کے وارثوں کو ملے گا۔ **ومن ترک دیناً اوضیاعاً** لیکن مسلمانوں کی قوم میں سے جو شخص مر جائے پیچھے قرضہ یا چھوٹی چھوٹی اولاد چھوڑ جائے فالی وعلی وہ میرے پاس آجائیں، میرا فرض ہے کہ میں ان کو پالوں پوسوں، میرا فرض ہے کہ میں ان کا قرضہ ادا کروں۔ حسنؓ حسینؓ کے لئے تو کوئی جائیداد نہیں، علیؓ کے لئے تو کوئی جاگیر نہیں، فاطمہؓ کے لئے کوئی حصہ نہیں، لیکن ایک عام مسلمان کے لئے دل میں درد بھرا ہوا ہے کہ میری قوم کا کوئی مرد، کوئی بچہ، بغیر روٹی کے اور بغیر مکان کے نہ رہ جائے۔

اخلاص کے بغیر ظاہری نیکی ہیچ ہے

اور یہ بھی آپ سن لیجئے کہ کچھ لوگوں نے قباء میں جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اور وہاں آپ نے چھوٹی سی مسجد بھی بنائی تھی۔ وہاں بعض شریف لوگوں نے قوم کو نقصان پہنچانے کے لئے ایک مسجد بنائی۔ اور ابو عامر ایک بہت بُرا انسان تھا۔ وہ عیسائی تھا اس کی بزرگی کی شہرت تھی۔ مدینہ اس کی بزرگی کا قائل تھا۔ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے بعض لوگوں کو کہا کہ میں شام میں جاتا ہوں وہاں کے بادشاہ کو اشتعال دلاتا ہوں کہ وہ محمد رسول اللہ صلعم پر حملہ کر کے اس کو اور اس کے دین کو اور اس کی جماعت کو ختم کر دے۔ اور میں تم سے چاہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم کو دھوکہ دینے کے لئے تم قباء میں ایک مسجد بناؤ، جہاں اسلام کے خلاف منصوبے تیار کئے جائیں، وہ سجدہ گاہ ہو، اس میں اذان بھی ہو، اس میں قرآن بھی پڑھا جائے اس کے اندر نماز بھی یہی ہو، وہاں تمام کا تمام اسلام نظر آئے **اتخذو امسجداً ضراراً** ۔ان لوگوں نے مسجد بنائی۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے **وکفراً** کفر پھیلانے کے لئے۔ تاکہ اسلام کو مٹایا جائے **وتفریقاً بین المومنین** اور مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کی جائے۔ بظاہر مسجد ہے اذان بھی وہاں دی جاتی ہے۔ کلمہ شہادت کا وہاں اعلان کیا جاتا ہے۔ قرات بھی قرآن سے پڑھی جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مسجد نہیں اس میں اذان کے الفاظ ہیں لیکن درحقیقت یہ اذان نہیں۔ قرآن شریف کی قرات ہے لیکن درحقیقت قرآن شریف کی قرات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس مسجد کو جلا دو، حضورؐ نے اس مسجد کو جلا دیا۔ دیکھ مسجد کو جلا دیا گیا **لیس البر ان تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب**۔ مشرق اور مغرب کے مسئلے کرتے رہنا کہ ادھر منہ ہو یا ادھر منہ ہو اس سے تو خدا خوش نہیں ہوتا۔ اس کی نگاہ تو تمہارے دل پر ہے۔ معلوم ہوا کہ مسجد بھی بنا دینے سے خدا خوش نہیں ہوتا۔ خدا خوش ہے اس دل سے جس کے اندر اخلاص ہے، نور ہے، جس کے اندر روح ہے تقویٰ ہے۔

آنحضرت صلعم کی تعلیم کا اثر آپ کے صحابہؓ پر

حضرت نبی کریم نے یہ سبق اپنی قوم کو بھی دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو کچھ دیر پہلے فرمایا **کفنو نی فی ھذہ الثیات** ۔اس وقت جو کپڑے میں نے پہنے ہوئے ہیں انہی کے اندر مجھے دفن کر دجائے۔ لوگوں نے کہا حضور یہ تو پرانے اور فرسودہ کپڑے ہیں۔ فرمایا **ان الحی احق بالجدید من المیت** ۔زندہ آدمی کو نئے کپڑے سجتے ہیں بہ نسبت مردہ کے۔ اس واسطے مجھے انہی کپڑوں کے

اندر دفن کردو۔ اگر حضور اکرمؐ کی وفات پر جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا **ماترك رسول الله صلعم عند وفاته شاة ولا بعيراً** ۔حضرت نے اپنی وفات پر نہ بھیڑ بکری چھوڑی جو اس ملک کی دولت تھی **ولا درھماً ولا دیناراً** نہ کوئی درہم چھوڑا نہ دینار۔ **ولا امتہ ولا عبداً** نہ کوئی غلام اور لونڈی چھوڑی۔ ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ نے جو آپؐ کے سچے متبع ہیں فرمایا کہ مجھے پرانے کپڑوں میں دفن کردو تو بہت اچھا رہے گا۔ اور اسی طرح سے حضرت عمرؓ نے بھی کمال کر دکھایا۔ خدا جانے دس آنے روزینہ پر وہ گذارہ کیا کرتے تھے ایک دن ان کی بیوی نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آئی، انہوں نے کہا کہ روزانہ کے پیسوں میں سے میں دو پیسے بچایا کرتی تھی۔ ان کو جمع کر کے چادر خرید لی۔ حضرت عمرؓ نے بیت المال میں رقعہ لکھا کہ آج سے میرے روزینے میں سے دو پیسے کم کر دو۔ یہ قرآن شریف اور حضرت نبی کریمؐ کا کمال ہے یہ حضرت کی تعلیم کا اثر ان کے صحابیوں پر ان کے کا مریدوں پر اور ان کے ساتھیوں پر تھا۔ ان لوگوں نے اپنی جانیں خدا کے رستہ میں پیش کر دیں جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا **لقد رضی الله عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرة** ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہو گیا جنہوں نے جانیں دینے کے لئے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور فرمایا **فعلم مافی قلوبھم** ۔ ہم ان کے دلوں کو جانتے ہیں جن میں اخلاص ہے۔ اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر پاکیزگی اور طہارت ہے تو آپ کے صحابہؓ کے اندر بھی پاکیزگی اور طہارت ہے۔ جس کی خدا خود گواہی دیتا ہے۔

مسلمان قوم اور اس کے لیڈروں میں اخلاص کی ضرورت

تو وہ قوم جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کرنا چاہتے تھے اور وہ موجودہ مسلمان قوم جو حضرت کی امت ہے اس کے اندر اخلاص ہونا چاہیے۔ ان کو شہرت سے غرض نہ ہونی چاہیے۔ ان کو مال حاصل کرنے کی غرض نہ ہونی چاہیے۔ لیڈر ہوں دنیا دار ہو باندھی ہو، اس کو شایان نہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے قوم کو استعمال کر کے دولت جمع کرے۔ اس کا مقام گر جاتا ہے حاکم اور محکوم دونوں کے اندر اخلاص ہو۔ خدا تعالیٰ کی رضا چاہتے والی قوم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **انا انزلنا الیکم کتابا فیه ذکرکم** ۔ قرآن کریم کی تعلیمات پر چلو گے تو تمہیں شرف و بزرگی حاصل ہو گی۔ پس قوم کو شرف کے حصول کے لئے احکام الٰہی کی پابندی اختیار کرنا چاہیے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا **ان الله یرفع بھذه الکتاب اقواماً** ۔ وہ قوم جو اس کتاب کی تعلیمات پر عمل کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا۔ **ویضع به اخرین** ۔ لیکن وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے کام پر عمل درآمد نہ کریں گے۔ وہ گر جائیں گے۔ خدا ہمارے ساتھ دغا بازی نہیں کرتا۔ وہ ہمارے کلمہ سے دھوکہ نہیں کھاتا۔ رمضان میں اگر ہم بھوکے مریں تو وہ قطعاً اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب تک کہ حج میں نماز میں، روزے میں، سخاوت میں ہر مسلمان پاکیزگی اور طہارت کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ یہ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

پاکستان کی مضبوطی کے ذرائع اور سامان

پاکستان کے لوگو! میری آواز تم تک پہنچے یا نہ پہنچے یاد رکھو کہ پاکستان کی مضبوطی صرف اس عمل میں ہے کہ تمہارے پیٹ میں حلال طیب روٹی جائے تمہاری زبان پر صدق ہو، تمہارے دل میں حق پرستی ہو، اخلاص اور تقویٰ ہو، تمہارے ارادوں میں نفس پرستی نہ ہو بلکہ اخلاص سے ملک کی ترقی کے لئے جدوجہد کرو۔ ان چیزوں کے اوپر عمل درآمد کرنے سے پاکستان مضبوط ہو سکتا ہے۔ ہماری عزت بڑھ سکتی ہے۔ ہم ایک مضبوط قوم بن سکتے ہیں۔ ہم دنیا پر غالب آسکتے ہیں۔ میں اس دعا کے ساتھ اس تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن شریف کی تعلیمات کے پابند ہوں۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی اتباع کرنے والے ہوں۔

رسول کریم صلعم اور امامِ وقت کی تعلیم

ہمارے پیغمبر صلعم نے فرمایا **ترکت فیکم ماان تمسکتم به لن تضلو ابداً کتاب الله وسنتی** ۔ میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑ چلا ہوں۔ اگر تم اس پر مضبوطی سے پنجہ مارو گے تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ چیز ہے **کتاب الله وسنتی** قرآن کریم اور میری سنت ہمارے اس امام نے جو زمانہ کا امام ہے اور مجدّد ہے۔ اس نے بھی فرمایا ہے کہ میں کوئی نیا دین نہیں لایا۔ ہر وہ چیز جو قرآن سے باہر ہے مردود ہے۔ قرآن شریف پر عمل کرو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو۔ یہ میرا اعتقاد ہے یہ میری تلقین ہے۔ میں خادمِ اسلام ہوں اور اگر میں خادم نہیں تو کچھ بھی نہیں اور اگر قوم کے اندر تقویٰ نہیں پیدا کر سکا تو میں ناکام ہوں۔ اگر میں نے مناظروں میں عیسائیوں کو مات دے دی اور آریوں کو

شکست دے دی کتابیں لکھ دیں تو یہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر میں نے قوم کے اندر تقویٰ پیدا نہیں کیا تو کچھ بھی نہیں ہوا۔

ایثار پیشہ اور خادمِ اسلام قوم

میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ان کی جماعت کے اندر خدا نے تقویٰ پیدا کیا ہے وہ ایثار پیشہ قوم ہے۔ وہ قربانی کرنا جانتی ہے۔ ان کی قربانیوں سے مشرق و مغرب میں اشاعت اسلام ہورہی ہے۔ یورپ میں فتح اسلام کے جھنڈے گاڑنے والا اس زمانے کا مجدّد ہے اور اس زمانہ کے مجدّد کے ساتھی ہیں، دنیا کا کوئی طبقہ اس وقت نہیں جو اس بات کا انکار کر سکے کہ چودہ سو سال میں جس شخص نے فتح اسلام کے جھنڈے یورپ میں گاڑے وہ مرزا غلام احمد ہیں۔

دعویٰ نبوت سے انکار

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے باہر ہر چیز مردود ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں میں حضرت کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں۔ حضرت کا ارشاد ہے لا نبی بعدی اس کے اندر لا نفی جنس کے لئے ہے بلا اشتناء قطعاً کوئی کسی قسم کا نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ کے بعد نہیں آسکتا۔ اور فرمایا کہ وحی نبوت اس دن سے بند ہے جس دن حضرت نبی اکرمؐ کا وصال ہوا تھا۔ اب وحی نبوت نہیں اتر سکتی۔ جب وحی نبوت نہیں اتر سکتی تو کوئی شخص نبی نہیں بن سکتا۔ جبرائیل کا وحی نبوت لے کر آنا ممتنع ہے۔ باب نبوت مسدود ہے۔ پس مرزا صاحب کو ہم خادم دین اسلام مانتے ہیں مجدّد مانتے ہیں، مسیح موعودؑ مانتے ہیں لیکن نبی نہیں مانتے وہ کہتے ہیں لوگ میری طرف دعویٰ نبوت منسوب کر کے لوگوں کو اشتعال دلانا چاہتے ہیں میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں۔

ہم فرقہ پرست نہیں ایک منظم جماعت ہیں

غرض ہماری جماعت قرآن اور حدیث کی پابند ہے اور وہ فرقہ پرستی سے بیزار ہے۔ یہ ایک نظام ہے جو ہم نے قائم کر رکھا ہے۔ نظام کے بغیر کوئی کام دنیا میں نہیں ہوسکتا۔ ہر وہ شخص جو غلطی سے سمجھتا ہے کہ ہم فرقہ پرست ہیں وہ اپنی غلطی کو نکال دے کہ ہم فرقہ پرست ہیں۔ ہم ایک منظم جماعت ہیں اور منظم جماعت کے اوپر خدا کا فضل اترتا ہے۔ اور منظم جماعت کے بغیر خدمت نہیں کی جاسکتی۔

صحابہ رسولؐ کا مقام مجدّد زماں کی نظر میں

(از جناب غلام رسول صاحب جانباز)

اک روز مجدد وقت ہوئے جب مسجد میں محفِل آرا
ہر ایک فدائی حاضر تھا جمگھٹ احباب کا تھا سارا
اس بزم میں اللہ والوں کی تھا نور برستا چہروں پر
لاریب وہاں ہر فرد نظر آتا تھا ثریا کا تارا
کی عرض عقید تمندوں نے کچھ مرتبہ آپ کا کم تو نہیں
بوبکرؓ و عمرؓ سے، کرلے کوئی چشمِ انصاف سے نظّارہ
فرمایا نہ یوں زنہار کہو یارانِ نبی کے بارے میں
بوبکرؓ و عمر و عثمانؓ و علیؓ کی ہمسری کا کس کو یارا
ہے فخر مجھے اس بات میں ہوں گران کے کفش برداروں میں
ذی شان تھے سب خلفائے نبی، اور میں اک عاجز بیچارا
وہ نورِ صداقت کو لیکر شمشیر و سناں سے دب نہ سکے
اسلام کی راہ میں پیش نبی ہر اک نے تن من دھن وارا
جب مطلعِ عالم پر ظاہر یثرب کا بدر منیر نہیں
اصحاب سا کیونکر ظاہر ہو افلاک جہاں پر سیارا
ایں غلو پرستاں ایشاں راہمدوش نبیاں می سازند
درپیش حق وانصاف شود ہر کوشش ایشاں ناکارا

(پیغام صلح، 17 مارچ 1939ء)

احمدیہ انجمن لاہور کے دعائیہ کے آغاز پر

امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان

مرحوم ومغفور کی افتتاحی تقریر

احمدیہ انجمن لاہور کے سالانہ دعائیہ کی افتتاحی تقریب منعقدہ مورخہ 24 دسمبر 1989ء کے موقعہ پر امیر جماعت حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اپنی افتتاحی تقریر میں تشہد وتعوذ کے بعد سورۃ شریفہ (الانبیاء ۲۱ ۸۳۔۹۱) تلاوت کرتے ہوئے فرمایا:

ہمارا یہ اجتماع دعائیہ اجتماع کہلاتا ہے لیکن صرف نام سے بات نہیں بنتی اس کی حقیقت کو سمجھنا سمجھانا اور عمل کر کے دکھلانا اس کی اصل غرض ہے۔ اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو یقیناً فائدہ ہوگا ورنہ اپنے آپ کو دھوکا دینا اور تضیع اوقات ہوگا۔

وقت کا کافی حصّہ دن اور خصوصاً رات کا کچھ حصّہ ایسی دعاؤں میں گذارنا جو قبولیت الٰہی کے قابل ہوں اصل غرض ہے۔

مستجاب دعاؤں کی شرائط قرآن کریم نے جو بیان فرمائی ہے ان کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ:

''اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور زمین کے اندر اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اس کو پکارو اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے''۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں، زیادتی کرنے والوں اور فسادیوں کی دعا ہرگز قبول نہیں کرتا۔ اور تضرع اور تنہائی میں کی گئی دعائیں قابل قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف مومنین کے قریب ہوتی ہے، ہمیں اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہیے کہ ہم کس زمرے میں ہیں۔ قرآن کریم کے مطابق انسان اپنے نفس پر بصیرت رکھتا ہے۔ حضرت ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشادات گرامی میں فرمایا کہ:

میں نے سورۃ الانبیاء کی وہ آیات تلاوت کی ہیں جن میں وہ دعائیں ہیں جو بعض انبیاء نے انتہائی مصائب اور بظاہر ناممکن الوقت حالات میں کیں اور انہیں معجزانہ قبولیت نصیب ہوئی۔ قرآن کریم میں پند ونصائح یا اوامر ونواہی یا جو واقعات اور قصے ہوں سارے کا سارا ایک سبق ہے جس سے صرف اپنے اوپر ان حالات کو وارد کرنے سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

حضرت ایوبؑ مضطر ہو کر آستانہ الٰہی پر گرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد کرتے ہیں کہ ''مجھے دکھ پہنچا ہے اور تو ارحم الرّٰحمین ہے۔'' یہ دکھ کیا تھا؟ اکثر نے کہا ہے کہ بیماری تھی حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ انبیاء کا دکھ اور سب سے بڑا غم گناہوں میں پھنسی ہوئی قوم کی نجات کے لئے ہوتا ہے۔ اپنی بیماریوں میں وہ نہیں روتے بلکہ بیماری کو تزکیہ کا موجب سمجھتے ہیں اور صبر سے برداشت کرتے ہیں۔ حضرت ایوبؑ کی دعا قبول ہوئی اور اس واقعہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی طرف سے رحمت اور ہر عابد بندے کے لئے نصیحت قرار دیا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ۔ حضرت ادریسؑ، حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر فرما کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے **کل من الصبرین** ''فرمایا اور فرمایا ہے کہ **انھمہ من الصلحین** '' جس سے صابر اور صلاح ہونا قبولیت کی شرط ثابت ہوتی ہے۔ اور قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ صبر و صلوۃ استقامت سے کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ذوالنونؑ کا ذکر ہے کہ وہ اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے۔ یہ انتہائی مایوسی اور غم کی حالت تھی لیکن انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تنگی وارد نہ کرے گا۔ انہوں نے انتہائی تاریکیوں کی حالت میں اپنی غلطی کا اعتراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں غم سے نجات دی ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم ایمان لے آئی۔ اس واقعہ سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ قبولیت دعا کے لئے

اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرنا اور اللہ تعالیٰ سے پر امید رہنا بھی ضروری شرط ہے۔ اور ایسے حالات میں اور ان شرائط کے ساتھ سب مومنوں کے لئے نجات کا وعدہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کردہ آیات کے مقام کی تفسیر کی روشنی میں حضرت امیر نے فرمایا کہ حضرت زکریاؑ ایک ایسے امر کے متعلق دعا کرتے ہیں جو انہیں خود بھی بظاہر ناممکن نظر آتا ہے لیکن یہ ایمان ہے کہ خدا کے لئے کوئی بات انہونی نہیں۔ خود ضعیف العمر ہیں، بیوی بانجھ ہے لیکن اپنے بعد وارث کی تڑپ ہے۔ قوم میں کوئی اہل اور صالح انسان نظر نہیں آتا۔ انبیاء کی وراثت دنیاوی جائیدادنہیں ہوتی جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ وہ میرا وارث ہوگا اور اہل یعقوبؑ کا۔ انہیں یحیٰؑ بخشا۔ ان تینوں کی تعریف میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ:

''وہ نیکیوں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے''۔ خدا سے پر امید رہنا اور خوف اور خشوع یعنی انتہائی عاجزی قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مریمؑ کے ذکر میں ان کی پاکدامنی کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ آپ نبوت کے منصب پر فائز نہ تھیں اور عورت تھیں۔ ان کا مقام کہ ایک عظیم الشان نبی کی ماں ہیں۔ اس میں عالم نسواں کے لئے خوشخبری ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں دعاؤں کی قبولیت کے لوازمات کو میں دوبارہ گنتا ہوں۔ دعاؤں اور ان کی قبولیت پر ایمان خشوع یعنی عاجزی اور گڑگڑانا۔ رات کے اندھیروں میں اور تنہائیوں میں دعا کرنا۔ دل میں خوف خدا پیدا کرنا۔ اور پر امید رہنا۔ صبر کرنا تھک نہ جانا دائمی عبادت گذار ہونا۔ اپنی کمزوریوں اور گناہوں کا اعتراف کرنا۔ اور اگر نیکی کا خیال پیدا ہو فوراً کرے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقریر کے لئے تلاوت کردہ آیات کے انتخاب کی دوسری وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ایک ذوقیہ بات جو کسی حد تک ان قرآنی آیات سے اس مبارک اجتماع کا آغاز کرنے کی محرک ہوئی یہ بھی ہے کہ پچھلے دنوں ہزارہ کے ایک گاؤں سے مجھے ایک بھائی کا خط آیا جس میں اپنا خواب لکھا کہ ''ایک بہت بھاری مجمع ہے جس کی صدارت صدر ضیاء الحق کر رہے ہیں صدر نے مجھے یعنی اس عاجز کو کہا کہ میں تلاوت قرآن کروں تو میں نے ان آیات کی تلاوت کی۔ میرے ذہن میں اس کی جو تفسیر آئی یہ ہے کہ یہ ہمارے اسی دعائیہ اجتماع کے بارہ میں ہے گو یہ ظاہر ہے کہ یہ مجمع کثیر نہیں بلکہ نہایت قلیل ہے لیکن درحقیقت اللہ کی نگاہ میں کثیر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ضیاء الحق کسی جلسہ میں تلاوت قرآن کے مجھے ہرگز نہیں کہہ سکتے تھے سو ضیاء الحق کی تعبیر ان الفاظ کے معانی میں ہے کہ ہمارا یہ مجمع جو دنیا کی نگاہ میں حقیر ہے اس پر حق کی ضیاء پاشی ہے۔ بخدا میرا ایمان بھی یہی ہے کہ خدا کی اس زمین پر دین حق کی جو روشنی اس جماعت کے وجود سے قوموں کی ہدایت کا ذریعہ ہوئی اس کی توفیق اس قدر اس زمانہ میں کسی اور کو نہیں ملی وہ روشنی دنیا دیکھ چکی ہے اور اس سے استفادہ بھی کر رہی ہے گو اس چراغ کو جس سے یہ روشنی پھیلی اس وقت ٹھکرا رہی ہے درحقیقت

جنہیں حقیر جان کر ٹھکرا دیا تم نے
یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

آپ نے فرمایا کہ یہ روشنی اسی آسمانی نور کا حصہ ہے جس کی نشاندہی قرآن کریم کی سورۃ النور کی آیت نمبر 36 میں کی گئی ہے،۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

''یہ نور ان گھروں میں ہے جو اللہ نے حکم دیا ہے کہ بلند کئے جائیں اور ان میں ان کا نام یاد کیا جائے اور ان میں ان کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں''

حضرت امیر نے اپنے خطاب کے آخر میں دعائیہ کلمات میں فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خانہ خدا کو اور ان گھروں کو جن میں ہم رہتے ہیں۔ ان کا مصداق بنائے اور ہمیں وہ لوگ بنائے۔ جن کی صفات مذکور ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں روز جزا جو بہت سخت ہوگا اس کا خوف پیدا ہو۔ میں رجال وخواتین سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ موسم کی سختی میں جماعتی آواز پر لبیک کہتے ہوئے یہاں آئے اور دعائیہ میں شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس دعائیہ کے فیوض و برکات اور ثمرات حسنہ سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان ایام اللہ میں آپ کا حامی وناصر رہے۔ اور اپنی رحمت کا سایہ آپ پر دراز کرے۔ آمین

☆☆☆☆

ایمان اور اعمال صالحہ سے برکات کا حصول تحریک احمدیت کا بنیادی مقصد ہے

سالانہ دعائیہ دسمبر 2002ء کے موقع پر حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آپ نے سورۃ العصر کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''زمانہ گواہ ہے کہ انسان نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں''۔ (العصر ۱۰۳: ۱ تا ۳)

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

میں اپنے خطاب میں سب سے پہلے ملک سعید احمد صاحب کا نام لیتا ہوں جو ہمارے نہایت قابلِ قدر بزرگ ہیں اور پھر میرا یہ خطاب نوراللہ محسن ثاقب سے بھی ہے۔ ملک سعید احمد صاحب ہمارے وہ بزرگ ہیں جو گذشتہ دو سال سے مجھ سے خط و کتابت کرتے رہے ہیں اور اپنی خوابوں اور کشوف کی بناء پر مجھے بار بار جماعت کی قیادت سنبھالنے کا کہتے رہے لیکن میں انکار کرتا رہا۔ نوراللہ ہمارے محترم ماموں عبدالغفور ثاقب صاحب کا پوتا ہے اور اس کو میں اس لئے خطاب کرتا ہوں کہ میں اس دن کا خواب دیکھ رہا ہوں کہ جب یہ بچہ بڑا ہوگا تو تحریک احمدیت موجودہ قانونی اور آئینی پابندیوں سے آزاد ہوگی اور اس کو اور باقی بچوں کو اپنی ماؤں کی گود میں آزاد ماحول میسر آئے گا۔ میں ان بچیوں اور ان خواتین سے بھی مخاطب ہوں جن کے گھروں میں ہماری احمدی امانتیں پرورش پارہی ہیں کہ وہ ان کی نگہداشت اور پرورش کریں۔ وہ احمدیت کو ایک قابل فخر تحریک سمجھ کر یقین کے ساتھ اپنی اولادوں کے سامنے پیش کریں۔

میں نے سورۃ العصر کی تلاوت آپ کے سامنے کی ہے اس کے مضمون سے آپ سب بخوبی واقف ہیں۔

والعصر زمانہ کو بھی کہتے ہیں۔ کسی وقت کو بھی کہتے ہیں۔ دن اور رات کو بھی کہتے ہیں۔ نماز عصر کے وقت کو بھی کہتے ہیں۔ کسی ساعت کو بھی کہتے ہیں۔ کسی لمحہ کو بھی کہتے ہیں۔ اور حال ہی میں حضرت علامہ حکیم مولانا نورالدین صاحب کی تفسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ نچوڑ کو بھی عصر کہتے ہیں۔ سب دینوں کے نچوڑ کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ گزرتے ہوئے وقت کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ صدیوں سے لے کر ایک سیکنڈ کے چھوٹے سے چھوٹے حصہ تک کو بھی عصر کہتے ہیں۔ انسان کے ذہن میں بھی وقت کا ایک تصور ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس کو موقع دیتا ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کرے۔ اور اگر اس وقت وہ غلط فیصلہ کرے تو انسان گھاٹے میں چلا جاتا ہے۔ قریب تھا کہ میں بھی ایک غلط فیصلہ کر لیتا۔ اور اب بھی میں یہ سوچتا ہوں کہ کیا میں نے یہ فیصلہ درست کیا ہے۔ لیکن جب میں یہ سوچتا ہوں کہ یہ فیصلہ میرا نہیں تھا بلکہ اس مجلس معتمدین کا فیصلہ تھا جس پر پوری جماعت کو اعتماد تھا تو مجھے تسلی ہوتی ہے۔ اگر پچاس ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ بھی ایک سیکنڈ کے لئے میرے خلاف اٹھ جاتا تو شاید مجھے یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ مجھ سے زیادہ اہل اس جماعت میں ہیں۔ ان کو موقع دیں۔ لیکن وہ وقت ایسا العصر تھا۔ جس میں لوگوں نے اکٹھا اور مکمل سو فیصد متفقہ فیصلہ کیا اور اس میں ایک سیکنڈ کے برابر بھی کسی دل میں تامل پیدا نہ ہوا۔

میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید یہاں سے میں رد کر دیا جاؤں گا یا پھر میں نے یہ سوچا تھا کہ شاید ہسپتال والے میری فراغت حاصل کرنے کی درخواست کو رد کر دیں گے اور میں اس ذمہ داری کو سنبھالنے سے بچ جاؤں گا۔ مجلس معتمدین کے اجلاس میں شریک ہونے سے پہلے میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر مجھے جماعت کے معتمد لوگوں نے انتخاب کر لیا تو میں ملازمت کو چھوڑ دوں گا۔ چاہے اس کی وجہ سے مجھے ایک پیسہ نہ ملے۔ یہ میرے لئے ایک گھاٹے کا سودا نہ ہوگا۔

میں نے یہ فیصلہ کسی مالی حساب کتاب کو پیش نظر رکھ کر نہیں کیا۔ میں نے جو سودا کیا ہے وہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور اگر حضرت علامہ حکیم مولانا نورالدین علیہ الرحمتہ ضائع نہیں ہوئے اور ایسا ہی سودا حضرت مولانا محمد علی صاحب علیہ الرحمتہ نے کیا اور وہ ضائع نہیں ہوئے۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب

ضائع نہیں ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب ضائع نہیں ہوئے۔ حضرت ڈاکٹر اصغر حمید صاحب ضائع نہیں ہوئے۔ اس لئے مجھے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین ہے کہ مجھے بھی وہ ضائع نہیں کرے گا۔

مجھے ہمیشہ آپ سب کا تعاون اور آپ کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔ میرے قوت بازو آپ ہیں۔ اکیلا ایک انسان عظیم الشان کام نہیں کر سکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں آخری اور افضل ترین نبی تھے۔ ان کے بعد نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا نبی آئے گا۔ ہم ان کے نبی آخرالزمان ہونے پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا یہ مشن ہونا چاہیے کہ اس پیغام کو گھر گھر پہنچا دیں کہ لاہور جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر آخری نبی مانتی ہے۔ جس کسی کو ہمارا عقیدہ بتایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ لاہور جماعت کے ان عقائد کا تو ہمیں علم نہ تھا۔ اس حقیقت کو ایک پیغام سمجھ کر اپنے ساتھ لے جائیں ۔ مجددین کا سلسلہ جاری رہے گا۔

مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اسلام کی دفاع اور اشاعت کا جو عظیم الشان کام شروع کیا۔ جماعت کے بزرگوں اور عمائدین نے اس کو جاری رکھا اور اس جماعت کی قیادت کی ذمہ داری پورے اخلاص، لیاقت اور جذبہ و جوش سے ادا کی۔ ہمارے گھروں میں ان کا ذکر برکت کا موجب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں اور عمائدین میں سے کوئی بھی باقاعدہ کسی مذہبی مدرسہ سے فارغ التحصیل نہ تھا۔ سب کو عشق رسول اکرم صلعم اور اللہ کی توفیق کی بدولت اور روحانی برکات کے طفیل علم اور بصیرت حاصل ہوئی تھی۔ ان کی آنکھیں کھلی تھیں، ان کے کان کھلے تھے، ان کے دلوں میں بصیرت تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو علم کی روشنی سے منور کر دیا تھا۔ میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے وہ ضروری علم عطا کر دے کہ میں آپ کی رہنمائی کر سکوں جس کی ذمہ داری مجھے سونپ دی گئی ہے۔

دنیا میں بہت سے پودے ہیں۔ ہماری جماعت کا یہ پودا بھی نہایت برکت والا پودا ہے۔ یہ اللہ کے امام کا لگایا ہوا پودا ہے اور اسے بڑھنا ہے۔ ہم اس کی خاطر کچھ کریں یا نہ کریں۔ اس نے ہر حال میں بڑھنا ہی بڑھنا ہے اور اس حقیقت کی تشبیہہ چین کے اس بانس کے درخت سے دیتا ہوں جس کو Chinese Bamboo Tree کہتے ہیں اور وہ اس کو ایک معجزہ سمجھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ جب اس کو لگایا جاتا ہے تو پہلے سال اس کا تنا جتنا زمین سے باہر نکلا ہوا ہوتا ہے اتنا ہی جڑوں کی شکل میں زمین کے اندر ہوتا ہے۔ دوسرے سال اس کا تنا باہر تو اتنا ہی رہتا ہے لیکن زمین کے اندر اس کی جڑیں زیادہ پھیل جاتی ہیں۔ تیسرے اور چوتھے سال بھی تنے کی کیفیت زمین کے اوپر یکساں رہتی ہے یعنی تنا اتنے کا اتنا ہی رہتا ہے لیکن زمین کے اندر اس کی جڑیں پھیلتی اور گہری ہوتی جاتی ہیں لیکن پانچویں سال اس کا زمین کے اوپر والا تنا یکدم ایک سال میں ۸۰ فٹ لمبائی حاصل کر لیتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ چھوٹا سا پودہ جو موجودہ نامساعد حالات کی وجہ سے بظاہر اتنا ہی نظر آ رہا ہے لیکن اب اس کو چین کے بانس کے درخت کی طرح ۸۰ گنا بڑھ کر دکھانا ہے اور اس میں مجھے آپ سب کے مجاہدہ اور تعاون کی ضرورت ہے۔ آپ کی قیادت جو مجھے سونپی گئی ہے اس کے متعلق میں اپنے اندر احساس ذمہ داری اور اللہ تعالیٰ کے فضل کا طلبگار رہونے کی التجا کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے چند اشعار پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
تا نہ خوش ہو دشمن دین جس پہ ہے لعنت کی مار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کو بندوں کی سن لے پکار
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہر دم سیل وار
اک زمانے کے بعد آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آوے یہ دن اور یہ بہار
اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ اب جیسے جیسے وقت گزرے گا اور لوگ آپ کے ساتھ شامل ہوتے جائیں گے۔ کوئی امریکہ سے خبر آئے گی تو

کوئی مصر سے خبر آئے گی تو کوئی مشرق وسطیٰ سے خبر آئے گی۔ ہر جگہ سے خبر آئے گی ۔آپ کو نظر آئے گا کہ فوجیں تیار ہیں جو آپ سے آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا وعدہ ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک سائل جو اس روحانی مجلس کے لئے سفر اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ ہو گا اور اس کو عظیم اجر بخشے گا اور اس پر رحم کرے گا اور اس کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اس پر آسان کر دے گا۔ اس کے غم دور فرما دے گا اور اس کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت فرمائے گا اور اس کی مرادوں کے پورے ہونے کی راہ کھول دے گا اور روز آخرت اپنے ان بندوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا جن پر اس کا فضل اور رحم اور انعام نازل ہو گا اور سفر کے اختتام پر ان کا حامی و ناصر ہو گا۔ اے رحیم و کریم اور مشکل کشا خدا یہ تمام دعائیں قبول فرما اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کیونکہ ہر قوت کے عطا کرنے کا اختیار تجھ ہی کو ہے۔

میرا ذاتی پس منظر کچھ یوں ہے کہ میں کوئی دین کا طالب علم نہیں تھا۔ پیشے کے لحاظ سے میں ڈاکٹر ہوں۔ جب میں کالج میں داخل ہوا تو صرف سیکنڈ ڈویژن والے داخلہ کے لئے درخواست دے سکتے تھے اور میں بمشکل سیکنڈ ڈویژن حاصل کر سکا کیونکہ میں اپنا زیادہ وقت باڈی بلڈنگ، ڈرامہ، الیکشن وغیرہ میں صرف کرتا رہا۔ تو نمبر تو اتنے ہی آنے تھے اور اگر اس میں ایک نمبر کی بھی کمی آجاتی تو میں داخلہ نہ لے سکتا۔ اگر میں ڈاکٹر کا بیٹا نہ ہوتا اور ڈاکٹر کے بیٹوں کے لئے مخصوص سیٹ نہ ہوتی تو میں داخلہ نہ لے سکتا۔ اس حالت میں میں نے اپنی تعلیم شروع کی۔ تب میں نے ایک پکا ارادہ باندھ لیا اور اس ارادہ کی بدولت میں نے ڈاکٹری بھی پاس کی۔ پروفیسر کے عہدہ تک پہنچا۔ اپنے شعبہ کا سربراہ بھی بنا دیا گیا۔ ایم آر سی پی کی اعلیٰ ڈگری بھی انگلستان سے حاصل کی۔ رائل کالج آف فزیشن، لندن اور پاکستان کی فیلوشپ کی اعزازی ڈگریاں بھی مجھے عطا کی گئیں۔ میڈیکل پوسٹ گریجوایٹ کے امتحانات کا ایگزامینر بھی بنا۔ میڈیکل ورکشاپ کا ماسٹر ٹرینر بھی بنایا گیا۔ میڈیکل فیکلٹی اور شعبہ تعلیم کالج آف فزیشن اینڈ سرجنز پاکستان کی کونسل کے ۱۶ ممبران میں شمولیت بھی نصیب ہوئی۔ ایف سی پی ایس کے امتحانات کے انعقاد کرنے والے پاکستان بھر سے جو تین ممتاز ڈاکٹروں کا انتخاب کیا جاتا ہے ان میں مجھے بھی شامل کیا گیا۔ میڈیکل کالج ایبٹ آباد کا پرنسپل بھی بنایا گیا اور احمدی ہونے کی وجہ سے تین دن پرنسپل رہنے کے بعد مجبوراً مجھے اس منصب کو چھوڑنا پڑا۔

اب آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری کس کس رنگ میں نصرت فرمائی اور ترقی عطا فرمائی۔ اور یہ جو قرآن مجید میں آتا ہے کہ ایک دانہ ڈالو تو اللہ تعالیٰ اس سے سو دانے اگاتا ہے۔ تو اس جماعت سے تعلق قائم رکھنے کی وجہ سے جو مشکلات مجھے پیش آئیں لیکن اس کے خاص فضل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس میں مجھے صبر اور استقامت عطا فرمائی۔ اب میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اس طالب علم کی طرح جس کو بمشکل سیکنڈ ڈویژن لے کر داخلہ ملا تھا اور اب مجلس معتمدین نے بھی مجھے کھڑا کیا ہے اور ایک بھاری ذمہ داری کا بوجھ میرے کمزور کندھوں پر ڈال دیا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اسی لگن اور محنت سے آپ کی جماعت کی فیلوشپ بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور میری اس کوشش میں آپ کی دعائیں اور بھرپور تعاون ہر قدم پر میرا ساتھ دیں گی۔

بے شمار لوگوں نے مجھے امیر بننے کو کہا میں نے انکار کیا کیونکہ دنیاوی آسائش اور ترقی کے مواقع اور ایک روشن مستقبل بڑی کشش رکھتے ہیں۔ میرے سامنے پروفیسری تھی۔ میری سامنے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن جو کہ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے اس میں عہدہ ملنے کی توقعات تھیں۔ میرے سامنے مستقبل میں ملنے والے اونچے گریڈ تھے۔ اور کئی امتیازی اور اعزازی مراعات اور مقامات تھے اور یہ میری راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے۔ لیکن جب میں نے رمضان کی بابرکت راتوں میں اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کی التجا کی اور دین حق کی راہ پر قائم رہنے اور استقامت کی توفیق کی دعا کی تو میں ایک خواب دیکھتا ہوں کہ میں ایک بڑی چٹان پر بیٹھا ہوا ہوں جو بُری طرح ہل رہی ہے اور مجھے اس پر اپنے آپ کو قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ چٹان کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف حرکت کر رہی ہے اور میں بار بار بمشکل اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ ایک شخص دور سے میری طرف آتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ یہ بھی مجھے امیر بننے کو کہے گا۔ اس نے آکر مجھ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم دوسروں کا نام کیوں لیتے ہو۔ خود اس ذمہ داری کو کیوں نہیں سنبھالتے۔ اس کے بعد اور لوگ بھی آتے جاتے ہیں اور اس چٹان پر چڑھتے جاتے ہیں اور یکدم یہ چٹان جو بری طرح ہل رہی تھی سکون کی حالت میں

آجاتی ہے اور میں ان لوگوں کو جو میرے ساتھ چٹان پر ہیں بچپن میں سنی ہوئی ایک کہانی سناتا ہوں کہ ایک چرواہا تھا۔ جب وہ ایک خاص چٹان پر بیٹھ جاتا تو ایسے فیصلے کیا کرتا تھا جو درست ہوتے تھے۔ اور حکمت سے بھرپور ہوتے تھے لیکن جب وہ اس چٹان سے اتر جاتا تو پھر پہلے کی طرح اپنی بکریوں کے پیچھے چل پڑتا۔ پھر میں خواب میں آل عمران آیت ۲۶ کی دعا کے شروع کے الفاظ (یعنی اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے) کی تلاوت کرتا ہوں اور مجھ پر سخت رقت کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور ابھی میں آیت کو ختم نہیں کرپاتا تو میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میں بقیہ حصہ پڑھ کر مکمل کرتا ہوں۔

جن لوگوں کو خوابوں کی کیفیت اور ان کی تعبیر کا علم ہے۔ جب ان سے میں نے مشورہ لیا تو معلوم ہوا کہ چٹان ایک قوم اور ایک سلسلہ کی علامت ہوتی ہے۔ اس پر بیٹھنا بھی ایک ایسی علامت ہے جس میں ایک منصب کا سنبھالنا اور اس کے لئے علم کا عطا کرنا بھی ہے۔ جو شخص خواب میں دوسرے لوگوں کو کوئی کہانی بیان کرتا ہے وہ بھی لیڈرشپ کی علامت ہوتی ہے۔ جو خواب میں قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کی آیت ۲۶ پڑھتا ہے وہ بھی لیڈرشپ کی علامت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو خواب میں یہ ساری آیت جو اسے زبانی یاد ہو اور تلاوت کرے تو اس پر مثبت رنگ میں یہ عنایات عطا کی جاتی ہیں جن کا اس دعا میں ذکر ہے۔ اور جس کو یہ حفظ نہ ہو تو وہ ان عنایات سے محروم رہتا ہے۔ اور چونکہ مجھے یہ آیت یاد تھی تو مجھے ذمہ داری سنبھالنے کے متعلق رہنمائی ملی اور میرے دل میں اس بارے میں جو کمزوری تھی وہ دور ہوگئی اور مجھ میں امید اور حوصلہ بڑھا۔ صبح اٹھ کر میں نے جو فیصلہ کیا ہوا تھا کہ میں امارت کی ذمہ داری نہیں قبول کروں گا۔ بدل دیا اور اس خواب کی بنا پر جو الٰہی رہنمائی مجھے حاصل ہوئی میں آج آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ سے یہ درخواست اور التجا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی دعاؤں میں روزانہ یاد رکھیں اور مجھے ہمیشہ اس نظر اور فکر سے یاد کریں اور یقین کریں کہ یہ دعا درحقیقت ہماری پوری جماعت کے لئے ہوگی۔

ہماری ایک خاتون جو ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھی تھیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ اس دوران میں آپ نے سب سے زیادہ کس کے لئے دعا کی تو انہوں نے کہا کہ سب سے زیادہ دعا میں نے آپ کے لئے کی کیونکہ اب آپ ہماری جماعت کے سربراہ ہیں۔ اسی طرح آپ میں سے ہر ایک اپنی دعائیں کرتے ہوئے مجھے ضرور بالضرور یاد رکھے۔

ایک استاد ہونے کے ناطے سے مجھے اور میری طرح دوسرے لوگ جو اس پیشہ سے منسلک ہیں یہ جانتے ہیں کہ پہلے مقصد متعین کیا جاتا ہے اور پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ وسائل اور کام کے اہل لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ ہماری جماعت کا مقصد تو پہلے ہی متعین ہوچکا ہوا ہے وہ مقصد اور لائحہ عمل حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتب اور ارشادات میں کامل یقین اور مضبوط دلائل کے ساتھ بیان کردیا ہوا ہے کہ صحیح اسلام کی اشاعت و تبلیغ ہی ہمارا سب سے اولین اور بنیادی مقصد ہے۔ ہمارا یہ بھی ایک اہم مقصد ہے کہ ہم انفرادی طور پر اور من حیث القوم تقویٰ کو اپنی روزمرہ زندگی میں پیدا کریں اور لوگوں کے لئے نمونہ ثابت ہوں اور ہماری ہر جماعت اور ہماری ہر جامع لوگوں کے لئے مشعل راہ ہو۔ اس جماعت کی اصلاح اور اس کو زیادہ منظم کرنا ہے اور اس کے لئے فلاح و بہبود کے منصوبوں پر عمل کرنا ہے۔

جب ہم نے اپنے لئے مقاصد کا تعین کرلیا تو اب اس کے لئے حکمت عملی کا منصوبہ تیار کرنا ہوگا۔ اس کو جدید زبان میں Instructional Strategy کہتے ہیں یعنی کسی منصوبہ کو مکمل کرنے کے لئے حکمت عملی کا اختیار کرنا۔ منصوبہ کی کچھ باتیں میں نے ابھی بیان کردی ہیں۔ اس میں ملک کے اندر اور ملک سے باہر افراد اور جماعتیں بھی شامل ہوں گی اس کے بعد ان مسائل کا جائزہ لینا ہوگا اور پھر ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنی مرکزی جماعت کو ماسٹر گلینڈ سمجھنا چاہیے یعنی جسم میں وہ اہم غدود جو جسم کے دوسرے غدود کو حرکت میں لاتا اور انسانی حیات کا ان پر انحصار ہوتا ہے اسی طرح مرکزی جماعت کے ذریعہ ملک کے اندر اور ملک سے باہر جماعتیں قوت اور رہنمائی حاصل کریں گی۔ حالات کا نئے سرے سے جائزہ لینا ہوگا تاکہ بنیادی مقاصد کے حصول میں جو کمی رہ گئی ہے۔ اس کو دور کیا جاسکے۔

اب یہ کام کافی حد تک آسان ہوگیا ہے۔ ہمارے پاس کمپیوٹر ہے، انٹرنیٹ کی سہولت ہے۔ اس کے ذریعہ ہر قسم کی رہنمائی اور تفصیلات حاصل ہوجاتی ہیں۔ گذشتہ ایک ماہ میں مجھے دنیا میں ہماری جماعتوں کی طرف سے اور انفرادی طور پر

بے شمار خطوط ملے۔ان سب کو میں خود تو کمپیوٹر کھول کر پڑھ کر جواب نہ دے سکتا تھا لیکن میں اپنے بیٹے عبید اللہ سعید کا شکر گذار ہوں کہ وہ ہر روز صبح مجھے ہر ایک خط اور پیغام کو پڑھ کر سناتا اور میری ہدایت کے مطابق ہر ایک کو جواب دے دیتا اور اس طرح مجھے ہر ایک کو جواب دینے کی توفیق ہوئی اور یوں جنوبی افریقہ، فجی، انڈونیشیا، نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا، انگلستان، آسٹریلیا، ہالینڈ، ٹرینیڈاڈ، گیانا، سرینام اور دیگر ممالک سے میرا رابطہ انٹرنیٹ کے ذریعہ قائم ہوا۔

عید الفطر کے مبارک موقع پر میں نے عید مبارک کے پیغامات انٹرنیٹ کے ذریعہ تمام اندرونی اور بیرونی جماعتوں کے لوگوں کو ارسال کئے اور اس میں میری بڑی معاونت میرے بیٹے ڈاکٹر مجاہد سعید نے کی جو اس وقت انگلستان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ ان پیغامات کے جواب آئے اور کچھ لوگوں نے اپنے مشورے بھی دیئے۔ مثلاً اوک لینڈ، نیوزی لینڈ کی جماعت نے درس قرآن کے لئے انتظام کی درخواست کی اور کہا کہ محترم شوکت علی صاحب کا انتظار ہے۔ میں نے انہیں لکھا کہ ان کے انتظار میں نہ بیٹھے رہیں بلکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی انگریزی تفسیر اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی ''انوار القرآن'' اور محترم نصیر احمد فاروقی صاحب کے قرآنی درس جن کے انگریزی میں تراجم ابھی حال ہی میں شائع ہوئے ہیں مطالعہ کریں۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر اس کام میں لگا دیں اور درس قرآن کو شروع کرلیں۔ ہم بھی اس سلسلہ میں تعاون کریں گے۔ تا کہ اس طرح درس قرآن کا سلسلہ دیگر ممالک کی جماعتوں میں باقاعدگی سے چلے۔

آج انٹرنیٹ پر ہر قسم کا علم اور تفصیلات مہیا ہیں۔ اوہائیو جماعت، امریکہ اور مرکزی انجمن کی روٹرڈیم (ہالینڈ) کی دو ویب سائٹس کام کر رہی ہیں جن پر سلسلہ کی تقریباً ہر اہم اردو اور انگریزی کتاب، کتابچے اور مضامین موجود ہیں۔ ان میں دن بدن مزید مواد شامل ہوتا رہتا ہے ان سے بھر پور فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس دور میں اکثر گھروں میں کمپیوٹر موجود ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ مذکورہ دونوں ویب سائٹس پر بچوں کے ساتھ کم از کم ۱۵ سے ۲۰ منٹ تک ضرور گذاریں تا کہ آپ خود اور بچوں کو بھی اسلام اور سلسلہ کے متعلق آگاہی ہو اور یہی پیغام تمام جماعتیں اپنے لوگوں تک پہنچائیں تا کہ اس طرف توجہ پیدا ہو۔

بچوں اور خواتین کی تعلیم و تربیت اور رشتہ ناطے کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں ابتدائی کام شروع ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پروفارمہ تیار کیا ہے جس میں ہر فیملی کے افراد کے نام، عمر، تعلیمی قابلیت، ملازمت کی نوعیت اور دیگر تفصیلات درج کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس کو پوری توجہ سے بھر کر دفتر میں دے کر جائیں۔ اور اسی طرح پورے ملک میں ممبران اس کو بھر کر ہمیں دیں تا کہ ان تفصیلات کی روشنی میں ہم کوئی منصوبہ بندی کر سکیں۔

لائبریری میں موجود کتب کو کمپیوٹر پر لانا ہے تا کہ نہ صرف یہاں بلکہ دوسرے شہروں اور ملکوں میں لوگوں کو ان میں موجود کتب کی تفصیلات کا علم ہو سکے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ مرکزی لائبریری کے انچارج محترم قاضی عبد الاحد صاحب ایک کمپیوٹر جیسا ذہن رکھتے ہیں جن کو تمام کتب اور ان میں موجود مضامین کا خوب علم ہے اور وہ لوگوں کی اس لحاظ سے بڑی خدمت کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے ذہن میں موجود تمام ذخیرہ کو کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک میں منتقل کرنا ہے اور اس طرح دنیا میں کسی کو کوئی حوالہ چاہیے ہو تو ہم اس قابل ہوں کہ ہم جلد سے جلد اس کو یہ حوالہ انٹرنیٹ کے ذریعہ مہیا کر سکیں۔ ویسے تو اکثر کتب کمپیوٹر پر آچکی ہیں لیکن ابھی بھی کئی کتب ہیں جن کو ہم فوٹو کاپی کر کے لوگوں کو مہیا کر سکتے ہیں۔

میں نے کچھ نوجوانوں کو اس کام پر لگا دیا ہے کہ وہ احمدیت کے بارے میں ایسے سوالات یا اعتراضات کی فہرست تیار کریں جو کثرت سے پوچھے جاتے ہیں۔ ان کے جوابات حوالہ جات کے ساتھ تیار کر کے ویب سائٹ پر مہیا کر دیئے جائیں۔ تا کہ سوال کرنے والوں کو از خود یہ جوابات مہیا ہو جائیں اور فرداً فرداً لوگوں کو جوابات ارسال کرنے کی بجائے جس میں کافی وقت بھی لگ جاتا ہے اور تفصیلات میں تشنگی بھی رہ جاتی ہے، یکجا طور پر جوابات مکمل تفصیل اور حوالوں کے ساتھ ہر وقت موجود رہیں اور لوگوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔

اسی طرح باہم رابطہ پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور بیرونی جماعتوں کو اس سلسلہ میں خاص اہمیت دیں۔

اس سال میرے دو بچے انگلستان روانہ ہوئے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ ہم دونوں میاں بیوی ان دونوں بیٹوں اور جو بیٹا ہمارے پاس ہے، ان کے متعلق سوچتے نہیں۔ کوئی ایسا دن نہیں ہوتا کہ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ وہ فون پر

ہم سے بات چیت کریں یا انٹرنیٹ کے ذریعہ ان سے رابطہ ہو۔ان کی طرف سے کوئی خط آجائے یا کوئی اطلاع ملے۔تو یہ جو ساری دنیا میں ہمارے بھائی، بہنیں اور بچے بکھرے پڑے ہیں ان کے لئے ہمارے دل کیوں بے تاب نہیں ہوتے کہ ہم ان کے متعلق باخبر رہیں۔ان کے لئے سوچ بچار کریں کہ ان کے مسائل میں ہم کس کس طرح ممد و معاون ہو سکتے ہیں، ان کی فکر کریں اور اس طرح ان کو بھی ہم سے رابطہ رکھنے اور ہمارے منصوبوں سے آگاہی اور ان میں مدد کے لئے بے تابی اور فکر ہونی چاہیے۔یہ فکر اور بے تابی تبھی پیدا ہو گی جب رابطہ کے مختلف ذرائع کو اختیار کیا جائے گا اور باہم محبت اور تعاون کے طریقوں کو تلاش کر کے ان پر عمل کیا جائے گا۔ہمیں بحیثیت احمدی ایک تشخص قائم کرنا ہے اور اس پر فخر کا احساس پیدا کرنا ہے۔

میں اس دعائیہ اجتماع میں نوجوانوں کو بھر پور حصہ لیتے دیکھتا ہوں تو بے حد خوشی ہوتی ہے۔ان کی صلاحیتوں اور جذبوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

جماعتوں میں درس قرآن مجید، باجماعت نمازوں کی پابندی اور دینی علم حاصل کرنے اور اس کی تعلیم کے لئے خاص کوشش اور انتظام کئے جائیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ فجر کی نماز میں مسجد تقریباً بھری ہوئی تھی۔یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔آئندہ اگر مسجد سے باہر بھی نمازیوں کی صفیں ہوں تو یہ ایسی بات ہو گی جس سے ترقی کے آثار نظر آئیں گے۔اسی طرح جماعت کے تمام کاموں میں ترقی کے آثار نظر آنے چاہئیں۔محض کہہ دینے یا لکھ دینے سے بات بنتی نہیں لوگوں کو کچھ نظر آنا چاہیے۔عین الیقین کی کیفیت ہونی چاہیے۔اس سے جماعت کے لوگوں اور کارکنوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوتا۔

میں نے شروع میں ملک سعید احمد صاحب کا ذکر کیا تھا۔ایسے لوگوں کے وجود جن سے خدا کا تعلق ہے، ہمارے لئے بابرکت ہیں، ان کی قدر کرنی چاہیے۔آج سے تقریباً ایک سال قبل اسی جگہ میں نے ان سے ملاقات کی تھی اور التجا کی تھی کہ کس طرح مجھے اللہ کا قرب حاصل ہو اور اس سے محبت کے جوش سے میرا دل بھر جائے۔تو ملک صاحب نے فرمایا تھا کہ تہجد نہ چھوڑنا اور اس میں کثرت سے درود شریف پڑھنا۔اللہ نے توفیق دی اور میں نے ان کی ہدایت پر سال بھر عمل کیا اور میں نے اس کے اثرات اپنی زندگی میں دیکھے۔ملک صاحب کی بات کا مجھے بہت فائدہ ہوا اور آخرت میں بھی انشاءاللہ اس کی برکات نصیب ہوں گی۔

جس خواب کا اب میں ذکر کرنے لگا ہوں گو میں ذاتی طور پر خوابوں کا بیان کرنا پسند نہیں کرتا لیکن کئی خواب ایسے ہوتے ہیں جن کا تعلق دوسروں سے ہوتا ہے تو ایسے خواب کے بیان سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔خواب یہ ہے کہ میں دارالسلام کالونی میں ایک نہایت عمدہ، صاف، روشن اور انتہائی سلیقہ سے سجے سجائے دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں۔اس کے اردگرد بہت سے نہایت خوبصورت سرسبز سدا بہار پودے رکھے ہوئے ہیں جو بڑے دلکش نظر آرہے ہیں۔ان کے مختلف سائز ہیں۔کوئی بڑے ہیں، کوئی درمیانے ہیں اور کوئی بہت چھوٹے ہیں۔ میں ان کو ایک بڑے ڈول سے پانی دے رہا ہوں اور دل میں یہ کہتا ہوں کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بھی نہیں ڈرتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پودوں کو سوکھا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔وہاں کچھ نہایت چھوٹے چھوٹے پودے بھی ہیں جن کو میں پانی دیتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کہیں زیادہ پانی دینے سے ان کو نقصان نہ پہنچے۔تو پھر خواب میں ہی سوچتا ہوں کہ میری بیوی جن کو پودوں کا بہت شوق ہے ان سے مشورہ لے لوں کہ میں ان ننھے منے پودوں کو کس طرح پانی دوں تا کہ ان کو نقصان نہ پہنچے کیونکہ ان کو پودوں کی دیکھ بھال کا کافی تجربہ ہے۔میں مزید تفصیل بیان نہیں کرتا۔بہر حال ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بڑے ایمان والے پودے ہیں۔درمیانے ایمان والے پودے بھی ہیں اور یہ چھوٹے بچے بھی ہیں جنہوں نے ایمان میں جوان ہونا اور ترقی کرنا اور خدمت دین میں بڑے بڑے کام سرانجام دینے ہیں۔ایسے پودے اس میں بھی ہیں۔اور ہمارے اردگرد بھی ہیں۔ہم ان کی روحانی تربیت کا بندوبست کریں اور ان کی پرورش میں اپنے تمام وسائل خرچ کر دیں۔اور رسول اکرم صلعم کے وہ پودے جن کو غیر دینی طاقتیں چرانا چاہتی ہیں ان ظالموں سے ان کو بچانا ہے۔

ہالینڈ: بیگم رگو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو اپنے والد مولانا جگو اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے والد حضرت امیر مرحوم ڈاکٹر سعید احمد خان کی ایک یادگار تصور پیش کرتے ہوئے،

ہالینڈ جماعت کے مقامی نمائندے حضرت امیر کو مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا ڈچ زبان میں ترجمہ قرآن پیش کرتے ہوئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''انڈونیشیا''

''پیری''، سکول کے بچے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کرتے ہوئے، محترم عامر عزیز الازہری (سیکرٹری مرکزی احمدیہ انجمن) کا مختلف سکولوں اور جماعتوں سے خطاب۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مسجد ''دارالسلام'' میں ''پیری'' سکول کے اساتذہ سے خطاب، ''یوگ جکارتہ'' کے دورہ کے مناظر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ’’نیوزی لینڈ و تھائی لینڈ‘‘

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ’’آک لینڈ‘‘ (نیوزی لینڈ) میں خطبہ جمعہ اور لیکچروں کے مناظر، تھائی لینڈ میں شوکت اے علی صاحب (ریجنل نمائندہ انجمن) ایئر پورٹ پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کرتے ہوئے
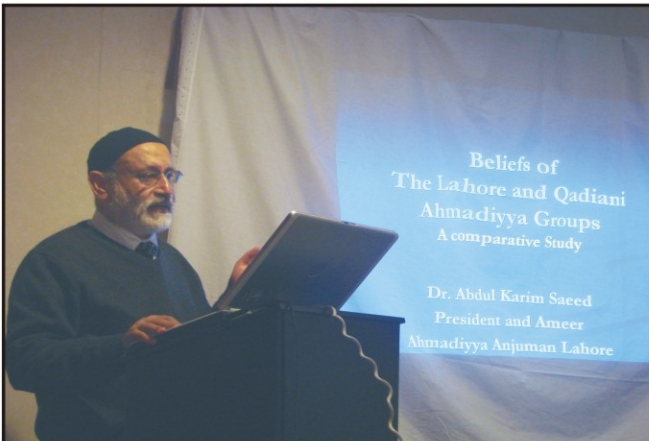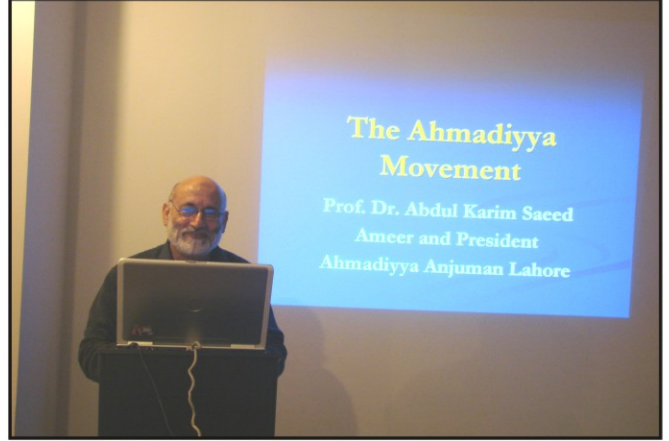
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''ٹرینیڈاڈ''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی مسجد نیوگرانٹ میں 65 سالہ تقریب میں شمولیت اور خطاب، محترمہ زبیدہ محمد احمد صاحبہ کو گولڈ میڈل، بیعت کے مناظر

Bismillaa-Hir-Ra...-Nir-Raheem
In the Name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.
Ahmadiyya Anjuman

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''سرینام''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ (نمائندہ سنٹرل انجمن) کی مصروفیات کی مختلف جھلکیاں اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی امریکی سفیر سے ملاقات کا منظر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اور مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ (نمائندہ سنٹرل انجمن) کو SIV کی طرف سے اعلیٰ ترین اعزاز (ستارہ احمدیت) سے نوازے جارہے ہیں، مسز زبیدہ محمد احمد صاحبہ SIV کے ماتحت چلنے والے یتیم خانہ میں بچوں کے ساتھ
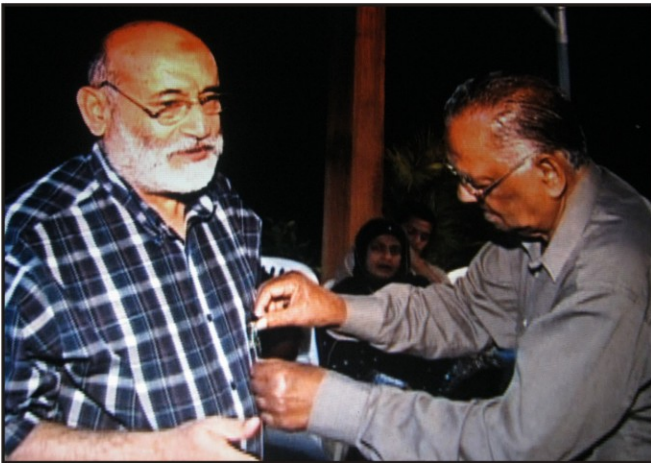
اندرون ملک جماعتی سرگرمیاں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورہ ''ایبٹ آباد و چک 81 (سرگودھا) خطبہ جمعہ، اور تقاریر کی مختلف جھلکیاں
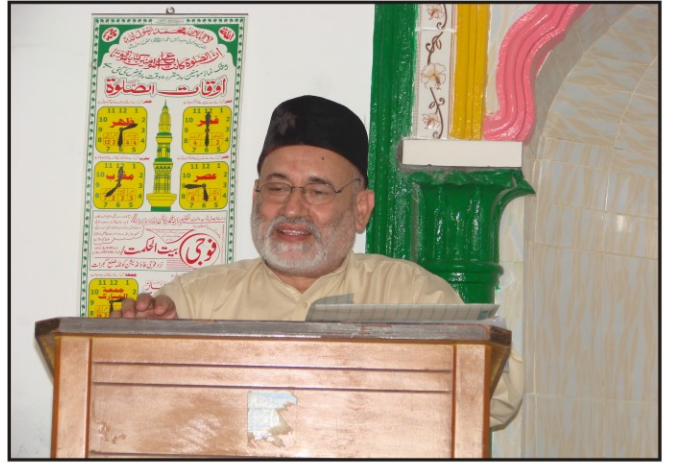
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''کراچی''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ و عامر عزیز (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن) اور شبان الاحمدیہ مرکزیہ کا دورہ کراچی
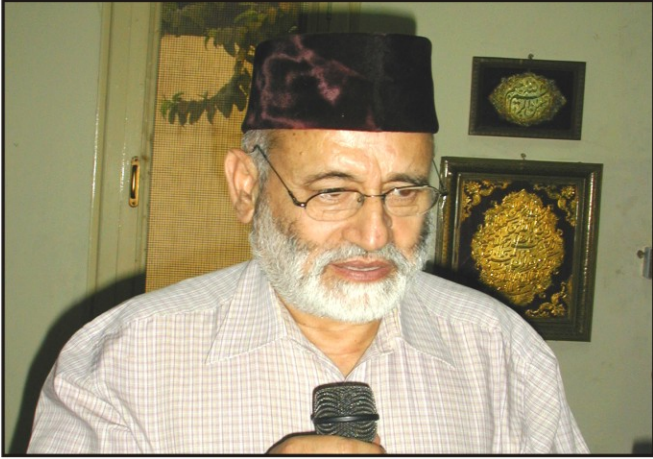
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''ملتان''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، عامر عزیز (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن)، میاں عمر فاروق صاحب (سینئر وائس پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن)
حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے، اور شبان الاحمدیہ کی میٹنگ کا ایک منظر
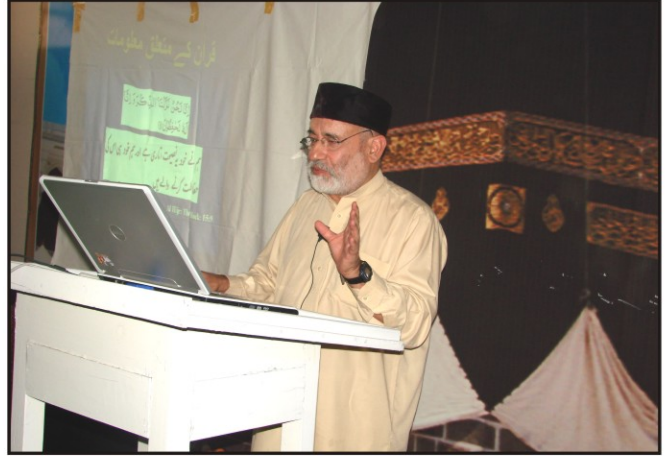
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''پشاور''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ’’راولپنڈی‘‘

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، طاہر صادق صاحب (صدر جماعت راولپنڈی) اور حمود الرحمٰن صاحب (سیکرٹری جماعت راولپنڈی) خطاب فرماتے ہوئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا دورہ ''سیالکوٹ و وزیرآباد''

تمام عالمِ انسانی کے نام ایک پیغام

(11 ستمبر 2010ء کے منصوبہ آتشزدگی قرآن کے حوالہ سے)

ازطرف: پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم سعید
امیر وصدر بین الاقوامی لاہور احمدیہ جماعت

ترجمہ: ''ہم نے خود یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ الحجر (15:9)

پاسٹر ٹیری جونز (Pastor Terry Jones) کی قرآن کو نذر آتش کرنے کی دھمکی متعصبانہ مذہبی سوچ کی بدترین مثال ہے۔ اسلام، جسے وہ ایک انتہا پسند مذہب قرار دیتا ہے۔ وہ تعداد میں عیسائیت کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ وہ شخص اس بات کو بالکل فراموش کر دیتا ہے کہ اگر وہ اسلام کو تشدد پسند قرار دیتے ہوئے اس کی مقدس کتاب کو جلانے کا منصوبہ بناتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو ہی انتہاء پسند ثابت کر رہا ہے۔

اس کے اس ارادہ کی مذمت کرنے والے صرف عالم اسلام سے تعلق رکھنے والے ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم رہنما، دانشور، عالم، خواندہ اور ناخواندہ سب یکساں طور پر شامل ہیں۔ اور اسے اشتعال انگیز، عدم تحمل اور جارحیت کی بدترین مثال قرار دیتے ہیں۔

پاسٹر جونز کے اپنی دھمکی سے باز آجانے پر دنیا بھر کی اکثریت نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پاسٹر جونز کو اپنے اس مفسدانہ منصوبے سے چند تنگ نظر اپنے ہم خیال لوگوں میں کچھ مقبولیت حاصل ہوگئی ہو مگر مسلمانوں کی اکثریت کا مندرجہ بالا آیت پر پختہ ایمان ہے۔ درحقیقت قرآن صرف چند مجلد صفحات کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ کتاب ہے جو ہر مسلمان کے ذہن، دل اور روح میں نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ محفوظ ہے، نہ صرف مسلمان بلکہ متعدد غیر مسلم بھی قرآن کریم کو مقدس سمجھتے ہیں۔

قرآن کریم سے محبت کرنے والوں کے عشق کی انتہا یہ ہے کہ اس کے 1,015,030 نقاط تک گنے جا چکے ہیں۔

میرا ایسا کہنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کے نقطے گننا، اس کے نزول کا مقصد ہے بلکہ اس کا ارفع واعلیٰ مقصد اس میں نازل شدہ ہدایت پر عمل پیرا ہونا ہے۔

البتہ کسی کا یہ عمل کہ اس نے اس کے ایک ایک نقطے تک کو گنا اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس سے اس شخص کا قرآن سے لگاؤ اور انتہائی دلی محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ قرآن کی محبت سے لبریز ایسے ہی دل ہیں جو پاسٹر جونز کے نامعقول نظریے سے مجروح ہوئے ہیں۔

بحیثیت ایک مسلمان قرآن سے اپنی عقیدت کی بنا پر کچھ کہنے میں جانب دار ہوسکتا ہوں اس لئے میں ایک غیر مسلم کی تحریر کا حوالہ دیتا ہوں۔

''اکثر اوقات ہم دل میں نفرت کے تازہ جذبات لئے اس (قرآن) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن جلد ہی اس کی کشش ہمیں حیران اور مبہوت کر دیتی ہے اور بالآخر ہم اس کے احترام وتعظیم پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اپنے مقاصد اور مندرجات میں اس کا بیان بیک وقت اٹل، شاندار، ہیبت ناک، پراثر، اعلیٰ اور ممتاز ہے، اس لئے یہ کتاب ہمیشہ اور ہر زمانے میں اپنا پرزور اثر دکھاتی رہے گی''۔

(Johann Wolfgang von Goethe: Quoted in TP Hughes' Dictionary of Islam, p. 526)

یہ کتاب حضرت محمد صلعم پر نازل ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالمِ انسانی کے لئے مبعوث فرمایا کہ وہ انہیں (جہالت) کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف ہدایت فرمائیں۔ اگرچہ ذرائع ابلاغ اور اظہار خیال کی نام نہاد آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ اس عظیم الشان انسان پر زہر آلود حملے کئے گئے ہیں۔ تاہم دنیا میں ایسے انصاف پسند لوگ بھی ہیں جو مسلمان نہ ہونے کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔

میں یہاں ایک ایسا اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں نہایت واضح الفاظ میں حضرت محمد صلعم کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

''دنیا کے سب سے بااثر لوگوں کی فہرست میں
محمد (صلعم) کا نام سرفہرست دیکھ کر شاید کچھ
قارئین حیران ہوں اور کچھ دوسرے، شاید اس
پر سوال بھی اٹھائیں لیکن تاریخ عالم میں
اس واحد شخصیت کے علاوہ دوسری مثال موجود
نہیں جس نے ہر دو دینی اور دنیاوی امور میں
یکساں طور پر اعلیٰ ترین کامیابی حاصل کی ہو''

(Michael H. Hart, The 100: A Ranking of the Most Influential Persons in History, New York, Hart Publishing Company, Inx, 1978, p. 33.)

میں اس بات سے پوری طرح متفق ہوں کہ ایسے متعصب، تنگ نظر اور جوشیلے لوگ موجود ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، مگر انہیں ذاتی مفادات حاصل کرنے کے لئے گمراہ کیا گیا ہے۔ اور وہی ہیں جو ایسی مذموم اور مجنونانہ حرکات کرتے ہیں مگر یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ ایک برا مسلمان مذہب اسلام کو برا نہیں بنا سکتا۔ جس طرح کہ ایک برا عیسائی، عیسائیت کو برا نہیں بنا سکتا۔

اس ضمن میں میں ایک اور انصاف پسند غیر مسلم کی تحریر سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جو مندرجہ ذیل ہے:

''ایک مقبول عام روایت ہے کہ تشدد پسند مسلمانوں نے اپنی مفتوحہ قوموں کو بزور شمشیر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا۔ مگر یہ محض خیالی اور بعید از قیاس روایت ہے جسے مورخین دہراتے چلے گئے ہیں''

(De Lacy O' Leary, Islam at the Crossroads, London, 1923, p. 8.)

اتنا تحریر کرنے کے بعد اب میں دنیا کے وسیع القلب اور منصف مزاج لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک دیگر مذاہب کے بارے میں کیا موقف رکھتا ہے۔ اس کے لئے میں قرآن کریم کی آیت 2:62 پیش کرتا ہوں:

ترجمہ: ''جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی، جو کوئی بھی اللہ اور پیچھے آنے والے دن پر ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے تو ان کے لئے ان کا بدلہ اپنے رب کے ہاں ہے اور ان کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (2.62)

میری اپنی ذاتی سوچ یہ ہے کہ خدا پر اور یوم آخر پر ایمان رکھنے والے اور ذاتی مفادات پر مبنی انسانوں کی بنائی ہوئی (Cults) مذہبی رسومات کو ترک کرنے والے تمام مذاہب صابی ہیں۔

یہ ہیں قرآن کریم کی وہ تعلیمات جنہیں پیسٹر جونز جلا کر ختم کر دینا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص سیاہ چشمہ لگائے ہوئے ہو۔ اسے ہر شے سیاہ اور تاریک نظر آتی ہے۔ اب وہ وقت آ پہنچا ہے کہ محترم (پیسٹر جونز) اپنا سیاہ چشمہ اتار دیں۔ اور قرآن کریم کا مطالعہ صاف اور کھلے دل سے کریں۔ اور صرف اپنی مطلب براری کے لئے اصل متن سے ہٹ کر سیاق وسباق کے حوالے کے بغیر ایسی من مانی تفاسیر سے گریز کریں جس کا مقصد محض اشتعال انگیزی، نفرت اور بغاوت پھیلانا ہے۔ تخلیقِ عالم تمام بنی نوع انسان کے لئے ہوئی ہے۔ اور اس کے خالق خدا کی عظمت وکبریائی کسی ایک مذہب تک محدود نہیں کی جا سکتی بالخصوص ایسے دین کے لئے جس کی حمایت میں پیسٹر جونز ایسی احمقانہ حرکات کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ عوام الناس میں مقبولیت حاصل کر سکے۔

میں تمام امت مسلمہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ جھوٹ پر مبنی، اصلی سیاق وسباق سے ہٹ کر منتخب آیات کی من مانی اور غلط تفاسیر سے متاثر ہو کر قرآن کی حقیقی تعلیم سے نہ بھٹکیں بلکہ قرآن کی واضح ہدایات وتعلیمات پر عمل کریں۔

یہ بات مدنظر رکھیں کہ جو مذہب نفرت سکھاتا ہو۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ صفت رحم کو اس نے اپنے لئے خاص ٹھہرایا ہے۔ اور اس نے

اپنی دو صفات الرحمٰن (نہایت مہربان) اور الرحیم (بہت رحم کرنے والا) کا ذکر قرآن کریم کی بالکل ابتداء میں کیا ہے۔

اب جو سوالات میرے ذہن میں اٹھتے ہیں وہ یہ ہیں۔

☆ کیا ایک رحمٰن اور رحیم خدا ایسے بلا وجہ قتل و غارت کی حمایت کر سکتا ہے؟

☆ کیا وہ جو اپنے آپ کو رب العالمین (تمام جہانوں کا رب) کہتا ہے صرف مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں کا رب ہو سکتا ہے؟

جس طرح ہم قرآن مجید کا احترام کرتے ہوئے اس کی تعلیم پر عمل کرنا اپنا فرض قرار دیتے ہیں بالکل اسی طرح ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم اسلام کے متعلق تمام دنیا میں بالخصوص مغرب میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے جدوجہد کریں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور ابتدائے مضمون میں درج آیت کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ رکھی ہے۔ اس لئے میرا یہ پیغام صرف لاہوری احمدیوں تک ہی محدود نہیں جن کا واحد مقصد قرآن کی تعلیمات کے ذریعہ اسلام کی اشاعت ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہے جو اب اس "گلوبل ویلج" یعنی ایک ایسی دنیا کے باشندے ہیں جو جدید مواصلاتی نظام کی بدولت اب ایک ہی گاؤں کی سی حیثیت رکھتی ہے۔

اگر آج کچھ لوگ اپنی اسلام دشمنی کی بنا پر ایسے مشتعل ہو جاتے ہیں کہ قرآن پاک کو جلانے کا گھناؤنا منصوبہ بناتے ہیں تو ان کا یہی اقدام اور مذموم ارادہ خود انہی کو متعصب اور تحمل سے عاری ثابت کر رہا ہے۔

اب اس "گاؤں نما" دنیا کے تمام باشندوں کو اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ چند نام نہاد مسلمانوں کی قرآنی آیات کی من مانی اور غلط تاویل قرآن کو غیر مقدس نہیں بنا دیتی۔ ہر مقدس صحیفے کی تفسیر اس کے نازل شدہ متن کے حوالے سے کیا جانا نہایت ضروری ہے۔ بہت سی مقدس کتب میں جن میں بائبل اور بھگوت گیتا بھی شامل ہیں ایسی عبارات موجود ہیں جو جنگ کے دوران مدمقابل دشمنوں کے قتل کو جائز قرار دیتی ہیں۔ اس طرح ہم بھی غیر مسلموں سے یہ کہنے کا پورا حق رکھتے ہیں کہ وہ بھی اس بات کو مدنظر رکھیں کہ جب مسلمان قرآنی آیات کی تفسیر و ترجمہ اس کے متن کے حوالے سے اور موقع و محل کے مطابق پیش کریں تو اسے اسی طرح قبول کریں۔

میں تمام عالم انسانی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے مقدس کتب کی توہین اور تذلیل جیسے جارحانہ اقدامات سے گریز کریں۔ لکھے ہوئے صفحات کو جلانے کا عمل نہ تو ہم انسانوں کو ایک دوسرے سے قریب لا رہا ہے اور نہ دنیا کو ایک پر امن جگہ بنانے کے ہمارے مشترکہ مقصد کو ہی قریب لا رہا ہے البتہ اپنی مقدس کتب کی تعلیمات کی پیروی ہمیں متحد کر سکتی ہے کیونکہ ہر مذہب رب العالمین کے (جہانوں کا رب) نہ کہ رب المسلمین کے (مسلمانوں کے رب) یا کسی اور مذہب کے رب کی پیدا کردہ تمام انسانوں کو آپس میں محبت امن اور یکجہتی پیدا کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

قرآن کریم کی حفاظت ہم اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں جس نے خود فرمایا ہے کہ **"ہم نے خود یہ نصیحت اتاری ہے اور ہم خود ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔**

تمام مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام (جس کے لغوی معنی سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی مکمل فرمانبرداری ہیں) کی تعلیمات کے اچھے اور باعمل پیروکار بن کر قرآن اور اس کے تقدس کی حفاظت کے لئے جدوجہد کریں۔

میری یہ دعا ہے کہ تمام مذاہب اور دنیا بھر کے تمام انسان ایک دوسرے کو بہتر طریقے پر سمجھ پائیں۔

میں ان تمام لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں جو ایسے نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں اذیتیں اٹھا رہے ہیں۔ جو درحقیقت مسلمان کہلاتے ہوئے بھی ایسے افعال کے مرتکب ہیں جو اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

میں ان تمام مسلمان اور غیر مسلم بے گناہ انسانوں کی روحوں اور ان کے پسماندگان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں جن کی جانیں 11 ستمبر (9/11) کے ہولناک سانحہ میں تلف ہوئیں (آمین)

☆☆☆☆

تذکرہ حضرت مولانا سید محمد احسن امروہی صاحب (مرحوم)

از پے آں محمد احسن را تارک روزگار مے بینم

یک ورق از تالیف تذکرۃ الابرار (یعنی سوانح اصحاب مسیح موعود علیہ الصلوۃ السلام)

(از جناب ڈاکٹر حسن علی صاحب مرحوم گورنمنٹ پنشنر گوجرانوالہ)

شہزادہ سید عبدالطیف علیہ الرحمتہ شہید کابل کے بعد جس پاک سید ذات انسان نے حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ کی خدمت میں اپنی جان دی اور اپنی خداداد علمی استعداد سے احمدیہ سلسلہ کی خدمت کی۔ وہ مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی تھے۔ سید صاحب مرحوم شہر امروہہ محلہ علی سرائے کے رہنے والے تھے۔ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ قرآن، حدیث دیگر علوم، اسلامی کے بڑے نامور عالم تھے۔ اور ہند کے علما کے درمیان آپ کا بڑا مرتبہ تھا۔

مولوی محمد قاسم صاحب رئیس الجامعہ دیوبند نے غیر مقلدین کے رد میں ایک بڑا طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ یعنی ''اضلّہ کاملہ'' نامی کتاب لکھی۔ جس کی وجہ سے غیر مقلدین کے کیمپ میں بہت غم و غصہ پیدا ہوا۔ ان ایام میں نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم جو اہل حدیث تھے۔ اور ریاست بھوپال میں وزیر اعظم تھے اور ہمارے مولانا سید محمد احسن صاحب وائسرائے ہند کیمپ میں محکمہ اردو خط و کتابت میں ملازم تھے۔ سید محمد احسن صاحب نے اضلّہ کاملہ کا جواب ''المصباح الادلہ فی الذلّۃ المضلّہ'' شائع کیا۔ اس جواب کا شائع ہونا تھا کہ اہلحدیث کے کیمپ کی جان میں جان آئی اور ہر طرف سے اس جواب کے شائع ہونے پر آپ کے قرآن اور حدیث وغیرہ کے اعلیٰ پایہ کے عالم ہونے کی وجہ سے تعریف کی گئی اور آپ کی شہرت میں بڑا اضافہ بفضل خدا ہو گیا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے آپ کو وائسرائے کیمپ کی ملازمت سے سبکدوش کرانے کے بعد ریاست بھوپال میں ملازم کروا دیا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب اقترب الساعت احوال آخرت یعنی ظہور امام مہدی کے متعلق تصنیف فرمائی۔ جس میں خونی مہدی کا ذکر تھا۔ انہی ایام میں اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت اور امداد سے حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ کے اول ۴ حصوں کو شائع کیا اور اس کی ایک ایک کاپی ہند کے نامور علماء کے نام پر ارسال فرمائی۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے تو اس کتاب کو پھاڑ کر واپس حضرت کی خدمت میں کر دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ نواب صاحب مرحوم ایک ابتلا میں حکومت کی طرف سے پڑ گئے۔ بعد ازاں معافی اور دعا کے لئے حضرت کی خدمت میں خط لکھا۔ چنانچہ اللہ کریم نے نواب محمد صدیق خان صاحب کی گئی ہوئی عزت کو واپس بوجہ دعا حضرت مسیح موعودؑ کیا۔ الحمد اللہ۔

مولوی سید محمد احسن صاحب نے براہین احمدیہ کے مطالعہ سے حضرت مسیح موعودؑ کے مجدد ہونے کو مان لیا۔ اور 1892ء میں پہلی بار حضرت مسیح موعودؑ کی ملاقات کے بعد بھوپال سے سیالکوٹ تشریف لائے۔ ریل کے آنے میں دیر ہوگئی اور احباب مسیح موعودؑ جو 25۔30 کی تعداد میں تھے سید محمد احسن صاحب کے استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ دفعتاً ریل آگئی۔ سید صاحب مرحوم جو بڑے سیدھے سادے تھے۔ ان کو کوئی پہنچان نہ سکا۔ وہ قلیوں سے اپنا اسباب اتروا جلدی اسٹیشن سے باہر ہو گئے۔ ابھی مولانا اسٹیشن سے روانہ ہوئے تھے کہ خدام مسیح موعودؑ بھی آپہنچے۔ اسی طرح بعد السلام علیکم اور ملاقات کے حضرت مسیح موعودؑ کی جائے قیام پر ان کو ہمراہ لے آئے۔ حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمتہ اور مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنے کے بعد غلامی اختیار کی تھی۔ مگر جناب مولانا محمد احسن نے بدوں کسی ملاقات کے حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے پیش کر دیا۔ آپ کے عالم قرآن، حدیث اور دیگر اسلامی علوم کی وجہ سے نواب صدیق حسن خان صاحب کے علاوہ جملہ علمائے ہند میں آپ کی بڑی قدر تھی۔ چنانچہ جب مولوی محمد قاسم صاحب رئیس

الجامعہ دیوبند نے اپنے رسالہ کا جواب ہمارے سید محمد احسن صاحب کے ''المصباح الادلّہ'' کو پڑھا۔ انہوں نے اقرار کیا کہ مولوی محمد احسن صاحب بڑے پایہ کے عالم ہیں اور کسی صورت میں غیر مقلدین کے گروہ سے کم مرتبہ کے انسان نہیں ہیں۔ مولانا محمد احسن کو حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی میں آنے سے پہلے کی نسبت علوم حقہ اور حقائق و معارف کے چشمے آپ کے قلب صافی پر جاری ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا مشہور مباحثہ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے ہوا تھا۔ اس مباحثہ پر مولوی محمد احسن صاحب نے 14 اسلامی علوم کی بنا پر اپنا تبصرہ فرمایا۔ تبصرہ تو ہر انسان دوسرے کے علم پر کر سکتا ہے۔ مگر ہمارے مولانا اس تبصرہ لکھنے میں عمیق در عمیق صورتوں میں بحر روحانیت میں فنا ہونے کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔ آپ نے قادیان میں مستقل رہائش اختیار کر کے سلسلہ احمدیہ کی خدمت بذریعہ تقریر و تحریر کی۔ آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود کی محبت کے لئے بڑی تڑپ تھی۔ آخر کار اس جوش محبت نے آپ کو ریاست بھوپال سے تارک روزگار ہونے کے لئے مشورہ دیا اور جس کو الہام کے ذریعہ مسیح موعودؑ پر منکشف کیا ہے۔

از پے آں محمد احسن را   تارک روزگار مے بینم

مولانا بھوپال سے اپنی ملازمت چھوڑ کر قادیان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں آ پہنچے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ہمسائیگی میں آپ کی رہائش کا بندوبست کیا۔ تا کہ مولانا کے ساتھ وابستگی رہے۔ حضرت صاحب کے دل میں مولانا کے لئے بڑا درد اور اخلاص تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اکثر مسائل میں آپ سے مشورہ طلب فرمایا کرتے تھے اور جب حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لئے کسی دن باہر نکلتے تو مولانا کو بھی اپنے ہمراہ لینے کے لئے آپ کے مکان کے پاس ٹھہر جاتے۔

قادیان میں حضرت کی صحبت میں آنے کے باعث آپ کو خدمت دین کا بہت کام سپرد ہوا۔ مثلاً امامت، معترضین کے سوالات کے جواب دینے یا لکھانے کا کام، ''ایک ازالہ کی غلطی'' کے شائع ہونے پر جب مخالفین اسلام کے علاوہ سلسلہ کے دشمنوں نے لکھا کہ مرزا صاحب نے اپنا دعویٰ نبوت بدل دیا ہے تو اس کے جواب کے لئے حضرت کے دربار میں علماء سلسلہ مختلف مسائل میں آپس کی بحث چھیڑ کر بڑے مزے لیا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت مولانا عبدالکریم صاحب مرحوم نے حضرت مولانا سید محمد احسن کے ساتھ سخت جھڑپ لی اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس خاص خادم کے علم و نفس اور مرتبہ کا خیال نہ کیا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ تو آپ کے دل کو بہت صدمہ ہوا۔ حضرت کو خاموش اور رنجیدہ خاطر خیال کر کے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے دریافت کرنے کے لئے کوشش کی۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ مولوی صاحب نورالدین اور آپ نے میری شناخت اور صحبت میں رہنے سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے مگر مولوی سید محمد احسن صاحب ہی ایک ایسے انسان ہیں۔ جنہوں نے بغیر دیکھے اور میری صحبت میں رہنے کے خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری شناخت کی توفیق پائی۔ جس طرح اس کی مشیت نے مجھے خود مامور فرمایا ہے۔

قادیان میں مقیم ہونے کے بعد آپ نے حضرت مسیح موعود کے ہمراہ بہت سے مقامات کے سفر کا فخر بھی حاصل کیا۔ اسی طرح جو لوگ قادیان میں نہ جا سکے۔ ان کو مختلف مقامات پر حضرت مسیح موعودؑ کے تشریف لے جانے پر خدا کے مامور اور اس کے پاک رفقاء کے ساتھ بھی ملاقات کرنے کا موقع ملا، جن میں ہمارے مولانا سید محمد احسن صاحب بھی تھے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے 14 ممبروں میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے قلم سے حضرت سید محمد احسن صاحب کا نام بوجہ عالم قرآن و حدیث تجویز فرمایا۔ اسی طرح خدا کے مامور کی صحبت میں رہ کر خیر دم تک اپنی دوستی اور اپنے راسخ العقیدہ ہونے کا ثبوت دیا۔ ''البدر'' ''الحکمہ'' میں آپ کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ آپ نے صیان القرآن ایک رسالہ طبع فرمایا۔ جو قرآن کی صداقت پر ایک بڑا علمی ذخیرہ اور مولانا کی علمی یادگار ہے۔

حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمتہ کو جب حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ انجمن قادیان اور عوام الناس۔ کثرت رائے سے تجویز کیا گیا۔ تو مولانا نے خلاف قبول کرنے سے قبل جن احباب ذیقدر کے متعلق فرمایا۔ ان میں سید محمد احسن بھی تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا مرحوم کو اپنے مکان کے نزدیک رہائش کے لئے جگہ عطا فرمائی تھی۔ اکثر مولانا خود حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت صاحب بھی اس فرشتہ خصلت عالم کے مکان پر تشریف لیجاتے تھے۔ کیونکہ احباب کے لئے آپ کے دل میں بڑی تڑپ اور محبت ہوا کرتی تھی۔ اور **رحماء بینھم** کا نظارہ ہر روز ہم حضرت مسیح موعودؑ کے پاک اسوہ حسنہ میں مثل اسوہ رسول صلعم دیکھا کرتے تھے۔ ایک رات حضرت مسیح موعودؑ نے ایک منذر خواب میں دیکھا اور حضور کی طبیعت دعا کی طرف فوراً مائل

ہوگئی۔مگراس منذر رویا کے خوف کے ازالہ کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا کرانے کے لئے حسب سنت رسول اللہ صلعم آپ بھی حضرت مولانا کے مکان پر تشریف لے گئے اور دروازہ پر جا کر دستک دی۔اندر سے پوچھا گیا ''کون ہے؟'' حضرت نے جواب دیا غلام احمدؑ۔غلام احمدؑ کا نام سننے پر مولانا فوراً باہر تشریف لائے اور حضور کے اس وقت تشریف لانے کی کیفیت دریافت فرمائی۔حضرت نے منذر خواب کے متعلق دعا کرنے کے لئے مولانا کو کہا۔دیکھئے خدا کا پیارا مسیح موعودؑ کس طرح اتباع رسول صلعم کرتا ہے۔آج ہمارے زمانے کے پیروں کا یہ حال ہے کہ مریدوں کے دروازہ پر اپنی زرطلبی کے لئے مارے مارے پھرتے نظر آتے ہیں۔انسان دیکھ کر حیران ہوتا ہے کہ پیشوایان مذہب خود کس قدر دنیا میں انہماک رکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی وفات سے پہلے اپنے رفقاء لاہور کے ہاں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تشریف فرما تھے کہ وفات سے ایک آدھ دن قبل حضور کی خدمت میں کسی دوست کی وساطت سے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا رقعہ آیا کہ وہ نرمی اخلاق کے ماتحت حضرت صاحب سے چند مسائل کے بارہ میں مل کر زبانی گفتگو کرنے کے خواہشمند ہیں۔چونکہ حضرت صاحب اپنے لیکچر پیغام صلح کے لکھنے میں مصروف تھے۔اس واسطے آپ نے مولانا محمد ابراہیم صاحب کا رقعہ حضرت مولانا کے سپرد کیا کہ اگر وہ تشریف لاویں تو آپ ان سے گفتگو علیحدہ طور پر کریں یہ۔ آخری حکمنامہ حضرت صاحب کا تھا۔جو مولانا کے نام پر حضرت صاحب نے صادر فرمایا۔اس کے اگلے روز بعد حضرت مسیح موعودؑ اپنے مونس حقیقی سے جاملے۔تاکہ وہ الہامات پورے ہوجاویں۔''لاہور میں ہمارے پاک ممبر''۔ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' آخرکار بموجب الہام الٰہی کفن میں لپیٹ کر حضرت مسیح موعودؑ کی پاک میت کو قادیان لے جایا گیا۔خاکسار راقم اور اس کے برادر گرامی منشی نواب خان ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس پنجاب کو بھی حضرت صاحب کی میت کو پاپیادہ ٹبالہ سے قادیان تک راستہ میں حسب باری برابر کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔اے اللہ! تو بڑا غریب نواز ہے۔اگرچہ موجودہ قادیان کے ارباب حل وعقد نے لاہوری جماعت کے احمدیوں کے اوپر مقبرہ بہشتی میں دفن کرنے کے دروازے بند کر رکھے ہیں۔اے خدا۔قادیان کے مقبرہ بہشتی میں ہمارا دفن ہونا تیری مشیت کے ماتحت ہے۔جس کا تجھ کو علم ہے۔ورنہ دوسری صورت میں ہمارا حشر محمد رسول اللہ صلعم کے جھنڈے تلے حضرت مسیح موعودؑ کے اتباع کی وجہ

سے دیگر احباب مسیح موعودؑ کے ساتھ کر۔کیونکہ تو مالک یوم الدین ہے۔حضرت مولوی نورالدین صاحب نے خلافت مسیح موعودؑ کو قبول کیا۔گو الوصیت کی رو سے صدر انجمن احمدیہ قادیان حقیقی طور پر اور کھلے معانی میں خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین تھی۔جس کا چارٹر حضرت صاحب کے دستخط سے انجمن مذکورہ کے دفتر میں موجود تھا۔جملہ ممبران خاندان مسیح موعودؑ۔تمام احباب قادیان جن میں انجمن کے ممبر بھی شامل تھے۔انہوں نے محض نیک نیتی۔خدا، رسول کے خوف سے قوم کی فلاح، بہبودی، اتحاد ملت کی غرض سے حضرت حکیم الامت کے زہد وتقویٰ کے لحاظ سے حضرت مولانا کو خلیفہ المسیح تجویز کیا۔گو مولوی صاحب موصوف پہلے ہی سے انجمن کے میر مجلس تھے۔میں حضرت مولانا کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔جب آپ نے تمام قوم کے اتفاق سے اس بوجھ کو اپنے کمزور کندھوں پر لینے سے بار بار تامل فرمایا۔مگر آخر قوم کے اصرار سے اس کو قبول فرمایا۔موجودہ جماعت نے بدوں کسی اختلاف عقائد اس وقت بیعت اطاعت کی۔کیا کوئی زندہ اصحابی مسیح موعودؑ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر خدا کی قسم کھا کر یہ کہنے کی جرات کرسکتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب اس وقت تمام احمدیوں سے بیعت کی ضرورت پر اپنی خلافت کو منوایا تھا۔ ہرگز نہیں۔مولانا تو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کو اپنا بھائی سمجھتے تھے۔اور اسی پر آپ نے اپنی جان دی۔اور اس بات کی وصیت آپ نے مرتے وقت بھی کی کہ حضرت صاحب کے نئے اور پرانے احباب کو محبت کی نظروں سے دیکھا جاوے۔ احفص جنا حك لمن تبعك من المومنين ۔حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خلافت کے ساتھ سید محمد احسن صاحب کا تذکرہ ضروری ہے۔کیونکہ جس فرشتہ انسان نے اپنے آپ کو حضرت کی غلامی میں پیش کیا۔ان میں حضرت نورالدین اعظم اور سید محمد احسن صاحب جلیل القدر اصحابی تھے۔قرآن اور حدیث وغیرہ علم کے لحاظ سے حضرت مولانا نورالدین نے بھی حضرت مولوی محمد احسن سے اکثر مسائل میں فائدہ اٹھایا۔بلکہ تمام قوم میں مولانا مولوی محمد احسن صاحب کے علم حدیث کا گہرا اثر موجود تھا۔علماء وقت طلباء۔اخباروں کے ایڈیٹر آپ کی قلمی امداد سے ممنوں احسان تھے۔

حضرت مولانا محمد احسن نے رامپوری مباحثہ میں احمدی جماعت کی جانب سے وکالت کی۔مفصل حقیقت رامپور میں درج ہے۔آخرکار قوم کی ناسپاسی سے وہ وقت آپہنچا چند عقائد کے اختلاف کے باعث جماعت فوراً حضرت مولانا نور

الدین کی وفات پر دو حصوں میں بٹ گئی۔ حضرت مولانا محمد احسن نے اولاً صاحبزادہ صاحب مرزا محمود احمد کی بیعت بوجہ سادگی، حسن ظنی سے کی۔ اور اس واسطے آپ اس وفد میں بھی شامل ہو کر تشریف لائے تھے جو لاہور کے احباب کے ساتھ بعد ملاقات کسی آخری فیصلہ پر آنے کے لئے آمادہ کیا جاسکتا تھا۔ مگر فوری جوش سے اس وفد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چند ماہ کے انتظار کے بعد اور حضرت صاحب کی نبوت کی اصل حقیقت ظاہر ہونے پر حضرت مولانا محمد احسن صاحب جماعت لاہور میں ہمیشہ کے لئے شامل ہو گئے۔ اسی طرح وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے خالی گروہ میں جذب ہونے سے بال بال بچ گئے۔ اور آخر کار احمد قادیانیؑ کے اس خدائی نے حق پر جان دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا موصوف بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نے اجرائے نبوت بعد نبینا حضرت محمد صلعم پر چالیس احادیث صحیحہ کی سند سے ایک رسالہ لکھا جس سے قادیان کے کیمپ میں مولانا کے برخلاف بہت جوش پھیل گیا۔ اسمہ احمد کی پیشگوئی پر آپ نے ایک مبسوط کتاب لکھی۔ دراصل اسمہ احمد سے مراد حضرت نبی کریم صلعم تھے۔ نہ کہ حضرت مسیح موعود۔ جب قادیان کا جادو دوبارہ حضرت مولوی محمد احسن جیسے جلیل اصحابی پر اپنا اثر ڈالنے سے قاصر رہا۔ تو اس جماعت کے عوام الناس نے مولانا کی مزیل شان میں بہت کچھ کیا جو قابل نفرت ہے۔ مولانا پر انعامات کے ڈورے ڈالے گئے۔ مگر مولانا اپنے عقائد میں بڑے راسخ تھے۔ آپ نے اپنے ایمان کی مضبوط چٹان سے اس طلسم قادیان کو باطل ٹھہرایا۔ ایک غلطی کے ازالہ والے اشتہار کے جواب میں جو مخالفین نے اعتراض کئے تھے۔ اور جس کے جواب کے لئے حضرت صاحب نے مولانا کو حکم دیا۔ جب وہ حوالہ پیش کیا اس کو بھی ان قادیان کے بزرگوں نے قبول نہ کیا۔ آخر عمر میں مولانا کو پیری اور ضعف نے آگھیرا۔ فالج گرا۔ کئی مہینوں تک صاحب فراش رہے۔ جب کبھی صحت ہوئی جلسہ کے وقت لاہور میں آپ کو اٹھا کر لایا جاتا رہا۔ یہ ضعف دن بدن ترقی کرتا گیا۔ آخر کار وہ وقت آپہنچا کہ یہ جلیل القدر اصحابی حضرت مسیح موعود دنیا سے اٹھ گیا۔

☆☆☆☆

آئیں آکر جلسہ احباب میں شرکت کریں

مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم و مغفور

جن کو ناموسِ محمدؐ مصطفیٰ کا پاس ہے
جن کے دل میں خدمتِ اسلام کا احساس ہے

جان و دِل سے جو نثارِ حضرتِ دادار ہیں
دیں سے رکھتے ہیں محبت کفر سے بیزار ہیں

جن کے سینوں نہاں ہے آتشِ عشقِ نبی
دین کی خدمت کو سمجھتے ہیں جو رازِ زندگی

منسلک سلک اخوت میں ہیں جن کے جسم وجاں
جن کے چہروں پر عیاں ہیں نورِ ایماں کے نشاں

جن کے دل میں ہے محبت عیسیٰ موعود کی
ہادیِ برحق امامِ مہدی مسعود کی

آئیں آکر جلسہ احباب میں شرکت کریں
اور مل کر چارۂ دردِ دلِ ملت کریں

☆☆☆☆

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک جلیل القدر ساتھی

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ۔ایم۔اے

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ان بلند پایہ صحابہ میں سے تھے۔ جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر ابتدا میں ہی بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔اور پھر ان کے خاص معاون کے طور پر خدمت دین کی توفیق بھی پائی۔آپ کے شب و روز امام الزمانؑ کے قدموں میں گذرے اور حضرت اقدس سے لمحہ بھر کی جدائی آپ کو اور خود حضرت مسیح موعودؑ کو بھی گراں گذرتی تھی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی دو پسندیدہ شخصیات۔ حضرت مولانا نور الدین اور حضرت مولوی عبدالکریم صدق اور نور الیقین سے معمور وہ مبارک ہستیاں تھیں جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کے سائے اور صحبت میں دینی اور روحانی علوم، تفسیر القرآن کے وہ خزانے لٹائے جس میں خدا تعالیٰ کی عنایت و احسان کا خاص دخل تھا۔حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی کو خدا تعالیٰ نے تحریر و تقریر دونوں میں قرآن مجید کا فہم عطا فرمایا تھا۔

حضرت سیالکوٹی صاحب کے حالات زندگی کو مختلف پہلوؤں سے دیکھا جاسکتا ہے۔آپ کی پیدائش سیالکوٹ میں 1858ء میں ہوئی۔آپ کا اصل نام کریم بخش تھا۔ آپ کے دادا عبدالرحیم صاحب کشمیر سے ترک وطن کر کے سیالکوٹ آئے تھے۔آپ قوم کے کشمیری بٹ تھے اور عمارتی لکڑی کا کاروبار کرتے تھے ۔عبدالرحیم صاحب کے تین بیٹے تھے۔محمد سلطان ، محمد جان اور محمد بخش۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب محمد سلطان کے اکلوتے بیٹے تھے۔آپ کے والد محمد سلطان صاحب سیالکوٹ میں اپنی کشمیری برادری اور کاروباری حلقوں میں خواہ مسلم ہوں یا ہندو یکساں طور پر قابل عزت تھے۔محمد سلطان صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔مگر چوہدری محمد سلطان کے نام سے جانے جاتے تھے۔آپ مونسپل کمیٹی کے ممبر بھی تھے ۔ اوایت ہے کہ جس بازار میں چوہدری محمد سلطان صاحب کی دوکان تھی وہاں بھی بھابڑا قوم جو ہندو تھی کی دوکانیں تھیں ۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ چوہدری محمد سلطان دیوتا ہیں۔اگر ان کا چہرہ صبح دیکھ لیا جائے تو سارا دن آرام سے گذرتا ہے۔

چوہدری محمد سلطان صاحب نے اپنے اکلوتے بیٹے کریم بخش کو اس زمانے کے دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم کے لئے محلّہ کی مسجد کے مکتب کا انتخاب کیا۔اس دینی مدرسے میں قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتب بوستان سعدی اور سکندر نامہ نظامی وغیرہ پڑھائی جاتی تھیں ۔ چنانچہ کریم بخش نے اس مدرسے میں اپنی غیر معمولی استعداد کے باعث دینی اور علمی ماحول میں ایک منفرد مقام پیدا کرلیا۔اس ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کے والد چوہدری محمد سلطان صاحب نے آپ کو مشن سکول، سیالکوٹ میں داخل کروا دیا۔ گویہ داخلہ عام دستور کے خلاف تھا کیونکہ قدامت پسند مسلمانوں میں مشن سکول کی تعلیم سے نفرت پائی جاتی تھی ۔مگر علم دوست طالب علم کریم بخش کے دل میں علوم جدیدہ کی محبت پیدا ہوگئی۔اس لئے آپ نے بڑی محنت ، لگن اور دعاؤں سے سکول کے ممتاز طلبا میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔سکول کی انتظامیہ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ ابھی آپ نے مڈل کلاس بھی پاس نہیں کی تھی کہ اسی مشن سکول نے آپ کی قابلیت اور ذہنی صلاحیت سے متاثر ہو کر آپ کو فارسی کے استاد کے طور پر منتخب کرلیا۔

سکول کے عیسائی اساتذہ اور طلباء سے مذہب کے بارہ میں آپ کا تبادلہ خیال ہونے لگا۔ایک روز آپ مشنری کلاس کو پڑھا رہے تھے کہ قرآن کریم اور بائبل کے موازنہ پر گفتگو شروع ہوگئی۔ایک عیسائی طالب علم نے قرآن کریم کے بارہ میں کچھ گستاخانہ کلمات کہے۔آپ جوش میں آگئے اور بات آپ کی برداشت سے باہر ہوگئی ۔اس پر سکول کی عیسائی انتظامیہ نے آپ کو ملازمت سے فارغ کردیا۔لیکن آپ کی قابلیت اور علمیت کا شہرہ اس قدر ہو چکا تھا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ

سکول، سیالکوٹ میں آپ کو فوراً ملازمت مل گئی۔

چونکہ انگریزوں کی حکومت تھی اس لئے عیسائیت کے غلبہ کا وقت تھا۔ عیسائی پادری اسلام، بانی اسلام اور قرآن کریم پر بہت بے باکی سے حملے کرتے تھے اور حیات مسیح کے غلط عقیدہ کی بناء پر مسلمان مغلوب ہو کر رہ جاتے تھے۔ اس لئے اس بیس بائیس سالہ نوجوان کریم بخش نے اسلام کی خدمت کرنے کا فیصلہ کیا اور سیالکوٹ کے راجہ بازار کے چوک میں پبلک وعظوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ نے کمال جرات اور حکمت سے جہاد بالقرآن کا آغاز کیا۔ آپ قرآن کریم بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ آپ کی آواز اتنی بلند، دلکش اور اثر کرنے والی تھی کہ راہ چلتے لوگ حتیٰ کہ ہندو اور سکھ بھی آپ کی تلاوت رک رک کر شوق سے سنتے۔ لوگ کثرت سے آپ کے وعظوں میں شرکت کرتے۔ اس سے جہاں عیسائی مشن تھرا گیا وہاں نوجوان مولوی کریم بخش جلد ہی ایک پر جوش مقرر بن گئے۔ لوگوں کا عیسائیت کی بجائے اسلام کی طرف میلان ہونے لگا۔ اس طرح اپنی ناکامی دیکھ کر عیسائی مشن نے مولوی صاحب کو دوبارہ اپنے سکول میں لینے کی کوشش کی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پر عیسائی مشن نے اپنی ناکامی کا بدلہ لینے کے لئے پادریوں کے ذریعہ مقامی حکام کے پاس ان کی شکایات شروع کر دیں۔ کریم بخش انگریز حکومت کا دشمن ہے اور اپنے وعظوں میں پبلک کو ان کے خلاف اکساتا ہے۔ اس پر انہیں ڈپٹی کمشنر کے پاس طلب کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر نے ان سے جب شکایات کا ذکر کیا تو انہوں نے اپنی جیب سے حمائل شریف نکال کر بڑی دلیری سے فرمایا کہ اس کتاب کا ماننے والا حکومت کا غدار کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ نے قرآن کریم کی بعض ایسی آیات پیش فرمائیں جو ایک امن پسند اور قانون کا احترام کرنے والا شہری بن کر رہنے کے بارہ میں تھیں۔ آپ کی گفتگو سے ڈپٹی کمشنر متاثر ہو کر کہنے لگا کہ میں کیوں اب تک سیالکوٹ کے ایک قابل بزرگ سے ملنے سے محروم رہا۔ اور انہیں درخواست کی وہ کبھی کبھی ان کے پاس تشریف لایا کریں۔

حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب سے تعلق

وہ زمانہ پنجاب میں مذاہب کی نظریاتی جنگ کا تھا۔ ایک طرف عیسائی اور آریہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے اور دوسری طرف مسلمان آپس میں الجھے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب وہابی تحریک سے وابستہ تھے۔ وہابیوں اور اہل سنت کے درمیان نظریاتی جنگ لگی ہوئی تھی۔ سیالکوٹ میں اکثر ان موضوعات پر تبادلہ خیال بلکہ مباحثات تک نوبت پہنچ جایا کرتی تھی۔ نوجوان کریم بخش کا ذہن تحقیق کی طرف مائل تھا اور ان کے تعلقات کا دائرہ دن بدن وسیع ہو رہا تھا۔ تقدیر الٰہی نے اس دائرہ کو وسیع کر کے ریاست جموں کے شاہی طبیب حضرت مولوی نورالدین صاحب تک پہنچا دیا۔ جو بہت بڑے عالم دین اور عاشق قرآن تھے۔ چنانچہ آپ نے کئی کئی ماہ جموں جا کر حضرت حکیم نورالدین صاحب کے پاس رہنا شروع کر دیا۔ اور ان کے علم سے فیضیاب ہوئے۔ آپ نے قرآن وحدیث کے علوم بھی حضرت مولوی نورالدین صاحب سے سیکھے۔

وسعت علم کا شوق کریم بخش کو علی گڑھ کی علمی تحریک سے وابستہ کرنے کا موجب بنا۔ آپ نے علی گڑھ جا کر سر سید احمد صاحب کے نظریات کا مطالعہ کیا اور قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں ان کے نظریات سے بہت متاثر ہوئے۔ اس وقت ابھی آپ 18/17 برس کے تھے۔ تحقیق کی طرف طبیعت مائل تھی مگر کامل اطمینان نہیں تھا۔ آپ کی یہ کیفیت اس وقت سکون اور طمانیت میں تبدیل ہوئی جب آپ نے 23 مارچ 1889ء کو حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کا نام کریم بخش سے بدل کر عبدالکریم رکھا۔ اس کے بعد تا حیات آپ مولوی عبدالکریم کے نام سے ہی پکارے جاتے رہے۔

حضرت مسیح موعود کی بیعت کے نتیجہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب میں جو پاک تبدیلی پیدا ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

''مولوی عبدالکریم اس عاجز کے یک رنگ دوست اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں۔ اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصّہ انہوں نے تائید دین کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ ان کے بیان میں ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے۔ اخلاص کی برکت اور نورانیت ان کے چہرہ سے ظاہر ہے۔ میری تعلیم کی اکثر باتوں سے وہ متفق الرائے ہیں۔ مگر میرے خیال میں شاید بعض سے نہیں۔ لیکن مولوی حکیم نورالدین صاحب کے انوار صحبت نے بہت سا نورانی اثر ان کے دل پر ڈالا ہے اور نیچریت کی اکثر باتوں سے وہ بیزار ہوتے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی صحبت کے پاک جذبات کی وجہ سے اور بھی ہم رنگی میں ترقی کریں گے

اور اپنے بعض معلومات میں نظرثانی فرمائیں گے"۔(ازالہ اوہام صفحہ نمبر199 حصہ دوم)

ہجرت قادیان

بیعت کے بعد مولوی صاحب واپس سیالکوٹ آگئے۔اس وقت آپ ایک سکول میں مدرس تھے۔لیکن حضرت مولانا نورالدین صاحب کی تحریک پر کئی کئی ماہ قادیان جاکر قیام کرتے اور حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے۔لیکن مکمل ہجرت آپ نے 1898ء میں فرمائی اور پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے۔اپنی ہجرت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"1890ء میں مسیح موعودؑ کے دعوی کا اعلان ہوا اور اس سال کے آخر میں حضور نے مجھے خط لکھا کہ میں "ازالہ اوہام" تصنیف کررہا ہوں اور بیمار ہوں۔ کاپیاں پڑھنے، پروف دیکھنے اور خطوط لکھنے کی تکلیف کا متحمل نہیں ہوسکتا۔جس طرح بن پڑے آجائیں۔ادھر سے مولوی نورالدین صاحب کا خط آیا کہ حضرت صاحب کو تکلیف بہت ہے لدھیانہ جلدی جاؤ۔اس وقت میں مدرسہ میں مدرس تھا۔وہاں سے رخصت لے کر لدھیانہ پہنچا۔اور میں اقرار کرتا ہوں کہ۔۔۔۔دنیا اور ہوائے دنیا سے میرا دل سیر اور نوکری سے قطعاً بیزار نہ ہوا تھا۔اور جو دس پندرہ روپے ملتے تھے انہیں غنیمت سمجھتا تھا۔اور عزم تھا کہ اختتام پر پھر سلسلہ کو اختیار کروں گا۔مگر جب میں تین ماہ تک حضرت اقدس کی صحبت میں رہا اور یہ پہلا موقع متواتر صحبت کا تھا میں نہیں جانتا کہ وہ خیال اور وہ آرزو کدھر گئی اور اندر سے آواز آئی کہ تو دنیا کے کام کا نہیں۔بس پھر کیا تھا تین ماہ کی رخصت کے پورے ہوتے ہوتے یہ سب خیالات جاتے رہے۔خدا نے دنیا کی دلدل سے مجھے بالکل نکال دیا اور اب تو ایک سیکنڈ کے لئے بھی میری روح جدائی گوارا نہیں کرتی اور ایک خوبصورت امید میرے سینہ میں ہے کہ انشاء اللہ میرا جینا میرا مرنا ان ہی پاؤں میں ہوگا۔اور اگر میں اب یہاں سے چند روز کے لئے کہیں جاتا ہوں تو دل کی آرزو کے خلاف پکڑا جاتا ہوں۔(الحکم 31 اکتوبر 1899ء)

بے لوث دینی و علمی خدمات

سیالکوٹ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب پبلک واعظ ہونے کے علاوہ اہل حدیث کے امام تھے۔قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔احمدیت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔حضرت مسیح موعودؑ کی تصنیفات کے لئے حوالہ جات کی تلاش اور پھر زیر طبع کتب کی پروف ریڈنگ، قیمتی مشورے، حضور کی کتب اور اہم لیکچرز کا پبلک جلسوں میں پڑھنا۔قلمی خدمات، تقاریر، خطبات، درس قرآن، نمازوں کی امامت، مباحثوں اور سفروں میں حضرت مسیح موعودؑ کی رفاقت، تعلیم و تربیت اور دعوت الی اللہ کے لئے مکتوبات، حضرت مسیح موعودؑ کی نمائندگی میں خطوط کے جوابات، سکول اور کالج کے اجراء پر بطور مدرس خدمات، انتظامی امور میں فرائض کی انجام دہی غرضیکہ ان گنت اور مختلف نوع و اقسام کی خدمات کی انہیں توفیق ملی۔اور فی الواقع حضرت مسیح موعودؑ کا دست و بازو بن گئے۔

قلمی خدمات

بیعت کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے قلمی خدمات کا بطور خاص عزم کیا۔1891ء میں سیالکوٹ سے رسالہ "الحق" جاری کیا اور اسے سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کردیا۔چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ مسیحیت کے بعد لدھیانہ اور دہلی میں جو مباحثات کئے وہ انہوں نے پہلے "الحق" رسالہ میں شائع کئے۔

مباحثہ لدھیانہ جولائی 1891ء میں حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے درمیان ہوا۔اور مباحثہ دہلی اکتوبر 1891ء میں حضرت مسیح موعودؑ اور مولوی بشیر بھوپالی کے ساتھ ہوا۔ماہ نومبر 1891ء میں جناب مولوی محمد احسن امروہی اور مولوی محمد بشیر بھوپالی کے مابین اس مباحثہ سے متعلق جو تحریری مراسلت ہوئی وہ بھی "الحق" رسالہ میں طبع شدہ ہے۔جس دلیری سے آپ نے مباحثہ کی کارروائی "الحق" میں شائع کی اس کا تھوڑا سا حصہ پڑھ کر سنانا چاہتی ہوں۔

"ہم کمال ہمدردی اور اسلامی اخوت کی راہ سے اہل دہلی کو اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ ناحق کی ضد کو چھوڑ کر اس مامور من اللہ کو قبول کریں ورنہ ان کا انجام خطرناک معلوم ہوتا ہے۔میں کانپتے ہوئے دل سے انہیں اتنا کہنے سے رک نہیں سکتا کہ ان کا جامع مسجد دہلی میں حضرت مسیح موعودؑ کے برخلاف چھ سات ہزار آدمی کا مجمع کرکے طرح طرح کے ناسزا حرکات کا مرتکب ہوتا دیکھ کر مجھے یاد آگیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کا وہ واقع جو "کمالات عزیزی" مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے۔ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جو نماز جمعہ کے واسطے جامع مسجد میں تشریف لے

جاتے تو عمامہ آنکھوں پر رکھتے۔ ایک شیخ فصیح الدین نام کے جو اکثر حضور میں حاضر رہتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے جو آپ اس طرح رہتے ہیں۔ آپ نے کلاہ اتار کر ان کے سر پر رکھ دی ایک دفع ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب دیر سے افاقہ ہوا عرض کیا۔ سو سوا کی شکل آدمی کی تھی اور کوئی ریچھ کوئی بندر اور کوئی خنزیر شکل تھا۔ اور اس وقت مسجد میں پانچ چھ ہزار آدمی تھے۔ حضرت نے فرمایا میں کس کی طرف دیکھوں اسی لئے تو نہیں دیکھتا''۔

دہلی والو! خدا کے لئے اس واقعہ سے عبرت پکڑو۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس وقت بھی تم نے اپنی حرکات سے ثابت کر دیا ہے کہ تم میں بہت ہی تھوڑے ہیں جو اصلی انسانی صورت پر ہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے۔

اے اہل پنجاب! موقع ہے کہ تم اس دہلی کے واقعہ کو سن کر پوری نصیحت حاصل کرو۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں کا حال دیکھ کر عبرت پاتا ہے۔ تم ان تکفیر باز خشک ملاؤں کو ان کی اپنی غضب و حسد کی دہکتی ہوئی بھٹی میں جلنے دو۔۔۔۔ اے علم خیز سرزمین لاہور کے رہنے والو ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہارا یہ بزرگ خطہ سارے پنجاب کا مرجع ہے دیکھنا وہ پتھر جسے خود تم نے بڑے کوششوں کے ساتھ اپنی راہ سے ہٹایا ہے وہ پھر تمہاری ٹھوکر کا باعث نہ ہو۔ اے دانشمندو! تم ان کاغذی گڑیوں پر کیوں فریفتہ ہوتے ہو؟ کیا یہ کفر کے فتوے غیر معصوم ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ظالم دلوں کے نتائج نہیں؟ کیا یہ ناشدنی سیاہ کارروائی کرنے والے خود بھی کاغذی پیراہن پہن کر دادخواہ نہیں ہوئے کہ ان پر ناحق کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ پس یہ مسلسل کافر بھی کیا کسی دوسرے کو کافر بنانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اے صاف باطن حق کے طالبو! دیکھو کہ جسے یہ حاسد سیاہ غول ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ درحقیقت ایک عظیم الشان روشنی کا فرشتہ ہے۔ اے خدا، اے ہدایت کے مالک خدا تو ان لوگوں کو توفیق دے کہ وہ تیرے اس بندہ کو پہچانیں''۔ رسالہ ''الحق'' کی یہ اور ایسی بہت سی وہ منقول تحریریں جو حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں اشاعت پذیر ہو کر ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئی ہیں۔

تصنیفات

آپ کی 9 تصنیفات میں سے ایک لیکچر جس کا موضوع تھا ''حضرت مسیح موعود نے کیا اصلاح و تجدید کی'' اس کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں ہمارے سب دوست اسے ضرور پڑھیں۔ اس لئے کہ اس میں بہت سے نکات لطیفہ ہیں اور یہ نمونہ ہے ایک شخص کی قوت تقریر کا اور اس منوال پر خصوصاً ہماری جماعت کا مقرر بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 194)

جلسہ سالانہ پر تقاریر

حضرت مسیح موعودؑ نے 1890ء کے آخر میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اور اس کے لئے ''فتح اسلام''، ''توضیع مرام'' کے نام سے کتابچے شائع فرمائے۔ اور 1891ء میں ''ازالہ اوہام'' نام سے کتاب تصنیف فرمائی۔ جس میں آپ نے وفات مسیح اور اپنے دعوی مسیح موعود کی تفصیل بیان کی۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستان بھر میں آپ کے خلاف شور پڑ گیا۔ ان حالات میں آپ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کا پہلا سالانہ جلسہ قادیان میں 1891ء میں منعقد ہوا جس میں 75 احباب نے شرکت کی۔ 27 دسمبر 1891ء کو ظہر کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ یا قادیان میں اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی تازہ تصنیف ''آسمانی فیصلہ'' پڑھ کر سنائی۔

امام اور خطیب کی حیثیت سے

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز بڑی پرشوکت تھی۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کے دشمنوں نے حضور کے خلاف خصوصاً مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے انگریزی رسالہ میں حضرت مسیح موعود پر حکومت کا باغی ہونے کا الزام لگایا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے مولوی عبدالکریم صاحب کے مشورہ سے اس الزام کا ازالہ کرنے کے لئے ''کشف الغطا'' کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں بتایا کہ بغاوت کا الزام محض افترا ہے۔ گورنمنٹ نے اس کی طرف توجہ نہ دی البتہ مولوی محمد حسین کو چار مربع زمین بطور انعام دی اور حضرت مسیح موعودؑ کے گھر پر چھاپا ڈلوایا۔ چنانچہ ایک انگریز کپتان پولیس اور انسپکٹر پولیس رانا جلال الدین سپاہیوں کا ایک دستہ لے کر اکتوبر 1898ء کے آخر میں شام کے وقت قادیان پہنچ گئے۔ اور سپاہیوں نے حضرت اقدس کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ جب کہ کپتان اور انسپکٹر پولیس مسجد مبارک کے کوٹھے پر چڑھ گئے۔ حضور اطلاع ملنے پر باہر تشریف لائے تو کپتان پولیس نے کہا کہ ہم آپ کی خانہ تلاشی کرنے آئے ہیں۔ ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ امیر عبدالرحمٰن والئی افغانستان سے خفیہ ساز باز کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بالکل غلط ہے ہم تو گورنمنٹ انگریزی کے

عدل وانصاف، امن اور مذہبی آزادی کا سچے دل سے اعتراف کرتے ہیں اور ہم اسلام کوتلوار سے پھیلانے کو بہتان عظیم سمجھتے ہیں۔لیکن اگر آپ کوشک ہے تو آپ بیشک ہماری تلاشی لے لیں البتہ ہم اس وقت نماز پڑھنے لگے ہیں اگر آپ اتنا انتظار کرلیں تو مہربانی ہوگی۔ کپتان پولیس نے کہا کہ آپ نماز پڑھ لیں پھر تلاشی ہوجائے گی۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے اذان دی اور نماز کی امامت بھی کروائی۔انہوں نے اس خوش الحانی اور سوز وگداز سے قرآن پڑھا کہ نمازیوں کی چیخیں نکل گئیں۔انگریز کپتان خدا کا پرشوکت کلام سن کر محوحیرت ہوگیا اور اس کی تمام غلط فہمیاں دور ہوگئیں۔جونہی حضرت مولوی صاحب نے سلام پھیرا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ سے کہنے لگا کہ ''مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ایک راستباز اور خدا پرست انسان ہیں اور جو کچھ آپ نے کہا وہ بالکل سچ ہے آپ جھوٹ نہیں بول سکتے۔میں رخصت ہوتا ہوں''(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 44)

''التبلیغ'' کا مشورہ

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے مشورہ پر حضرت مرزا صاحب نے ''آئینہ کمالات اسلام'' کے ساتھ ایک تبلیغی خط عربی میں شامل کرنے کا مشورہ دیا پھر اس خط کے فارسی ترجمہ کی سعادت بھی آپ نے حاصل کی۔

''منن الرحمٰن'' کی تصنیف عربی کے اس تحقیقی مقالہ میں بھی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی بطور خاص معاونت کی کیونکہ آپ عربی زبان پر خاص دسترس رکھتے تھے۔

جلسہ اعظم مذاہب میں حضرت اقدس کا لیکچر پڑھنا

مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب کو خدا تعالیٰ نے تحریر وتقریر دونوں میں قرآن مجید کا فہم عطا فرمایا تھا۔

''اسلامی اصول کی فلاسفی''

آپ کے پراثر انداز میں جلسہ مذاہب عالم 1896ء دسمبر 26 تا 29 میں پڑھنا اس طرح چھا گیا جیسے فرشتے آپ کی مدد کو آئے ہوں۔اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں آپ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کے متعلق فرماتے ہیں:

''اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور اسلام کے معزز رکن حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے مضمون کے پڑھنے میں وہ بلاغت وفصاحت دکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں ان کو روح القدس مدد دے رہا تھا''۔ پھر آپ نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ'' کے عربی منظوم کلام میں بھی اس بات کا ذکر فرمایا۔

خطبہ الہامیہ

''خطبہ الہامیہ'' حضرت مسیح موعودؑ کا زبردست علمی اعجاز ہے جو 11 اپریل 1900ء کو عیدالاضحیٰ کے دن خدا کے حکم سے عربی میں دیا گیا۔حضرت مسیح موعودؑ نے تحریک فرمائی کہ ''خطبہ الہامیہ'' چونکہ ایک زبردست علمی نشان ہے اس لئے احباب اسے حفظ کریں۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب انتہا درجہ کا ادبی ذوق رکھتے تھے وہ اس خطبہ کے اتنے عاشق تھے کہ اکثر سناتے رہتے تھے اور اس کی بعض عبارتوں پر تو وہ ہمیشہ وجد میں آجاتے تھے۔

لیکچر لاہور

حضرت مسیح موعودؑ نے 1903ء میں سفر جہلم سے واپسی پر ایک رات لاہور میں قیام فرمایا اور اس عزم کا اظہار فرمایا کہ کسی وقت لاہور میں چند روز رہ کر مخالفین اسلام کو مدعو کرکے تبلیغ کی جائے اور اس طرح ان پر اتمام حجت کی جائے۔چنانچہ حضرت صاحب مع اہل 20 اگست 1904ء گورداسپور سے بذریعہ ٹرین لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔لاہور میں آپ نے چار عظیم الشان لیکچر دئے۔آپ کا چوتھا لیکچر 3 ستمبر 1904ء کو دربار داتا گنج بخش کے عقب میں منڈوا میلا رام میں ہوا۔اس لیکچر میں باوجود مخالفین کی رکاوٹوں کے بارہ ہزار سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔لیکچر کا موضوع تھا ''اس ملک کے موجودہ مذاہب اور اسلام'' اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے ایک معرکتہ الآرا مضمون تحریر فرمایا جسے اپنے مخصوص انداز میں پڑھنے کی سعادت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو نصیب ہوئی۔یہ لیکچر تین گھنٹے میں ختم ہوا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے لیکچر پڑھنے کے دوران لوگوں پر محویت کا عالم طاری تھا۔خصوصاً جب قرآن کریم کی آیات تلاوت فرماتے تو لوگ آپ کی خوشکن آواز سے مسحور ہوجاتے۔پورے لیکچر کے دوران سامعین پر سناٹا چھایا رہا۔لیکچر لاہور کے بعد لیکچر سیالکوٹ جو 2 نومبر 1904ء ہوا اس لیکچر میں حسب معمول مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحب نے پڑھنے میں وہ ماحول پیدا کیا کہ لوگ فوج درفوج حضرت مسیح موعودؑ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔(تاریخ احمدیت جلد سوم)

تراجم کتب حضرت مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعودؑ کے اس نامور صحابی کو فارسی، عربی، اردو اور انگریزی

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا دورہ ''بنوں''

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ، عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن)، طاہر صادق صاحب (صدر جماعت راولپنڈی) کے دورہ سرائے نورنگ کے موقعہ پر خطاب

احمدیہ ریفریشر کورس کی جھلکیاں

وزیر آباد، ملتان، اوکاڑہ، راولپنڈی، پشاور، سرائے نورنگ، لاہور منعقدہ ریفریشر کورسز کی جھلکیاں

مولانا محمد علی میموریل فری ڈسپنسری

نگران برلن مشن یاسر عزیز صاحب کا خطبہ عید اور شرکاء کا منظر اور شوکت اے علی صاحب کی ''انڈیا'' میں سرگرمیوں کی مختلف جھلکیاں

غیرملکی مقررین (کی دارالسلام میں تقاریر کے مختلف مناظر اور FST ٹرسٹ کی فلاحی سرگرمیاں

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی سرگرمیوں کے مختلف مناظر

مبلغین سکول (LASER) کی تصاویر، سکول کی نئی عمارت کا افتتاح، طالب علموں کا گروپ، اساتذہ کا جماعت کے بزرگان پر لیکچر

چاروں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اور انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی بعض کتب کے تراجم کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ چنانچہ ''آئینہ کمالات اسلام'' کے ساتھ عربی مکتوب جو انہی کے مشورہ سے لکھا گیا تھا خود انہی کو فارسی میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ پھر ''ایام الصلح'' 1898ء میں اردو تصنیف ہوئی تو اس کا فارسی ترجمہ بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے کیا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بارہ میں فرمایا تھا کہ ''مولوی عبدالکریم چار زبانیں جانتے تھے۔ انگریزی، عربی، فارسی اور اردو۔ میں نے تو اس وقت تک اپنی جماعت میں کوئی شخص نہیں دیکھا جو ان کی طرح زبانیں اچھی طرح جانتا ہو'' (مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین ص250)۔

تعلیمی شعبہ میں حصہ

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں مدرسہ تعلیم الاسلام، قادیان اور اس کے بعد تعلیم الاسلام کالج قادیان کا قیام عمل میں آیا اور اس سلسلہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو انتظامی اور تدریسی خدمات کی توفیق ملی۔

ادارہ انجمن اشاعت اسلام اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز

حضرت مسیح موعودؑ نے یورپ، امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک میں دعوت الی اللہ کے لئے ایک انگریزی رسالہ جاری کرنے اور تائید اسلام میں لکھے گئے مضامین کے انگریزی تراجم وغیرہ اہم کاموں کے لئے ایک ادارہ ''انجمن اشاعت اسلام'' کے نام سے 1901ء میں قائم فرمایا اور اس کے عہدیداروں میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو نائب صدر کے فرائض سونپے۔ اسی طرح انجمن کے قواعد وضوابط ترتیب دینے کے لئے جو کمیٹی بنائی اس کے اراکین میں سے وہ پہلے نمبر پر تھے۔

جماعتی چندوں کا نظام

حضرت مسیح موعودؑ نے باقاعدہ چندوں کا نظام ایک اشتہار کے ذریعہ فرمایا۔ جس کی اشاعت 5مارچ 1902ء کو ہوئی۔ حضورؑ نے اس کام کے لئے مولوی عبد الکریم صاحب کو مقرر فرمایا کہ احباب اپنی استطاعت کے مطابق چندہ مقرر کر کے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو اس کی اطلاع دیں اس امر کا اعلان حضور نے اشتہار کے تتمہ میں فرمایا کہ ''ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت دیکھ کر چندہ مقرر کرے اور اس کی تجدید کی سب درخواستیں مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس آنی چاہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص470)

دعوت الی اللہ کے لئے فونوگراف میں تلاوت اور نظم کی ریکارڈنگ

تبلیغ دین کے لئے آڈیو ریکارڈنگ کا آغاز حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی سریلی اور دلکش آواز سے ہوا۔ شروع میں مولوی عبدالکریم صاحب کی تلاوت ریکارڈ ہوئی جو سورہ انبیاء کے آخری رکوع پر مشتمل تھی۔ فونوگراف سے ریکارڈ شدہ آواز نے آریوں کو متوجہ کیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے انکی تبلیغ کے لئے چند اشعار لکھے اور مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز میں ریکارڈ کروائے۔ اس نظم کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف وگزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک وصاف میں
کمتر نہیں یہ مشغلہ بت کے طواف سے

اس کے علاوہ حضور کی فارسی نظم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ہے۔ ''عجب ترنوریست درجان محمدؐ'' بھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز میں ریکارڈ کی گئی۔ اس وقت تک فونوگراف نے جتنی ترقی کی تھی اس میں زیادہ دیر تک آواز محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز بھی فونوگراف کے سلنڈر جلد بیکار ہوجانے کی وجہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ199 تا201)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب حضرت مسیح موعود کے خاص معتمدین میں سے تھے۔ آپ نے انہیں اپنی بے شمار پیشگوئیوں اور الہامات کا گواہ ٹھہرایا۔

آپ کی بیماری اور وفات

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جب مستقل ہجرت کر کے قادیان آگئے تو حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں اپنے گھر میں رہائش کے لئے جگہ دی۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے اس حصّے میں رہنے لگے جو مسجد مبارک کے اوپر کے صحن کے

ساتھ ملحق ہے۔اس کے نیچے خود حضرت مسیح موعودؑ کا رہائشی کمرہ تھا۔حضرت مسیح موعودؑ اپنے بچوں کی طرح ان سے شفقت فرماتے انہیں حضور سے ایک عاشقانہ تعلق تھا۔غرض حضرت مولوی عبدالکریم صاحب ایک قابل رشک زندگی گذار رہے تھے۔رہائش حضور کے پاس تھی ۔ مسجد مبارک میں نمازیں اور جمعہ وہی پڑھاتے تھے۔خدمت دین کی بھرپور توفیق مل رہی تھی۔جب انہوں نے بیعت کی تو ان کی عمر تیس اکتیس سال کی تھی۔جب مستقل ہجرت کر کے قادیان آئے تو اس وقت چالیس سال کے تھے۔1905ء تک قادیان میں رہتے ہوئے انہیں سات سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔جس قدر خدمت دین ان کے مقدر میں تھی انہوں نے وہ سرانجام دی۔ابھی ان کی عمر بمشکل سنتالیس سال تک پہنچی تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کو رویا میں دکھایا گیا کہ مولوی صاحب کا چوبارہ گر گیا ہے۔ چنانچہ پہلے انہیں ذیابیطیس کا حملہ ہوا۔12 اگست 1905ء کو دونوں کندھوں کے درمیان ایک پھنسی نکل آئی جو کاربنکل میں تبدیل ہوگئی ساتھ داڑھ کی تکلیف ہوگئی۔صبح کے وقت داڑھ نکالی گئی اور شام کو پھوڑے کا آپریشن کیا گیا۔جس سے حضرت مولوی عبدالکریم کو بہت تکلیف پہنچی۔حضرت مسیح موعودؑ ان کے لئے ساری رات بے چین رہے اور دعائیں کرتے رہے۔2 ستمبر 1905ء کو الہام ہوا۔سینتالیس سال کی عمر ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون '' ۔اسی روز دوسرا الہام ہوا''اس نے اچھا ہونا ہی نہ تھا''۔8 ستمبر کو الہام ہوا''کفن میں لپیٹا ہوا'' یکم اکتوبر کو غشی طاری ہوگئی۔اور 106 درجے تک بخار ہوگیا۔اس طرح دس دن تک موت وحیات کی کشمکش کے بعد آپ بالآخر سینتالیس سال کی عمر میں 11 اکتوبر 1905ء کو بدھ کے روز دن کے ڈھائی بجے بعد دوپہر وفات پاگئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔حضرت مسیح موعود اور ساری جماعت کے لئے مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات ایک عظیم سانحہ تھا۔اسی روز ان کی نماز جنازہ شام کو حضرت اقدسؑ نے پڑھائی اور ایک لکڑی کے صندوق میں انہیں امانتاً دفن کیا گیا اور پھر بہشتی مقبرہ کے قیام پر اسی سال جلسہ سالانہ کے موقع پر 26 دسمبر 1905ء کو نماز ظہر وعصر کے بعد آپ کا تابوت قبر سے نکالا گیا اور اگلے روز 27 دسمبر 1905ء کو صبح 10 بجے حضرت مسیح موعودؑ نے دور و نزدیک سے آئے ہوئے متعدد احمدیوں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں سپرد خاک کیا۔اسی مقدس زمین کے ٹکڑے میں جہاں خود حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین صاحب دفن ہیں۔آپ بہشتی مقبرہ کے اولین مدفون ہیں۔

اوصافِ حمیدہ

حضرت مسیح موعودؑ نے نثر کے علاوہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی یاد میں ایک فارسی نظم لکھی اور اس میں آپ کی بے لوث دینی خدمات اور ان گنت خوبیوں کا ذکر فرمایا۔اور اسے ایک لوح پر کندہ کروا کر آپ کے مزار مبارک پر کتبہ لگوایا۔ان 14 اشعار میں مولوی عبدالکریم صاحب کی جملہ خوبیوں کا ذکر ہے۔ سردست صرف ان اشعار کا ترجمہ پیش کرتی ہوں آپ فرماتے ہیں۔''عبدالکریم کی خوبیاں کیونکر گنی جاسکتی ہیں۔جس نے شجاعت کے ساتھ صراط المستقیم پر جان دی۔وہ دین اسلام کا حامی تھا۔اس کا خدا نے لیڈر نام رکھا تھا۔وہ خدائی اسرار کا عارف تھا اور دین متین کا خزانہ۔اس نے سچائی کو اختیار کر لیا تھا۔اور اپنے اخلاص اور صدق کی وجہ سے رب رحیم کی درگاہ میں رحمت کا مورد بن گیا تھا۔اگرچہ آسمان نیکوں کی جماعت بکثرت دلاتا رہتا ہے۔مگر ایسا شفاعت اور قیمتی موتی ماں بہت کم جنا کرتی ہے۔ایک مدت تک وہ نیچیرت کی آگ میں پڑا رہا۔مگر اس کی یہ کرامت دیکھ کر آگ سے سلامت نکل آیا۔اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ وہ میری چند روز کی صحبت میں اسرار الٰہی کا مظہر اور ازلی رازوں کا عارف ہوگیا۔اس کی فطرت چونکہ فہم رسا اور آب وتاب رکھتی تھی۔اس لئے جو کچھ بھی ہم کہتے تھے وہ اس کی زیرک طبیعت میں داخل ہوجاتا تھا۔اگرچہ ایسے یک رنگ کی جدائی سے دل کو تکلیف ہے لیکن خداوند کریم کے فعل پر راضی ہیں۔آہ! بدھ کا دن ہم پر بہت سخت تھا۔جلانے والی آگ سے بھی زیادہ جب ہمارا دلی دوست ہم سے جدا ہوگیا۔اس نے اپنی عمر کے سینتالیس سال کے بعد ہم کو جدائی کا داغ دیا۔شعبان کا مہینہ تھا جب یہ دردناک مصیبت پیش آئی۔یہ صدی جو اپنے کمالات کے باعث بدر سے مشابہ ہے اس قیامت کبریٰ کے وقت اس صدی کو تیسواں سال تھا۔چونکہ اس کا مذہب اخلاص، وفا اور تقویٰ تھا اس لئے اس کا وصال بھی خدا کے فضل سے اس تاریخ کو ہوا۔اے خدا اس کی قبر پر رحمت کی بارش نازل فرما اور نہایت درجہ فضل کے ساتھ اسے جنت میں داخل کر دے۔نیز ہمیں زمانہ کی بلاؤں سے محفوظ رکھ۔ اے قادر اور رحیم خدا تو ہی ہمارا سہارا ہے۔(البدر 9 فروری 1906ء)

انگریزی سے ترجمہ: اویس عامر، بی۔کام

ماضی میں مسلمانوں کے سنہری کارناموں کی ایک جھلک

جب مسلمان کا زبانی وعدہ ہی مقدس دستاویز کی حیثیت رکھتا تھا۔۳

از حضرت مولانا محمد یعقوب خان صاحب

وہ جلدی سے گھر کی طرف روانہ ہوگیا تاکہ اپنے کام نمٹا سکے۔ وہ چاہتا تھا کہ جب وہ اللہ کے سامنے جائے تو اس کے انسانوں کے ساتھ معاملات میں سے کوئی معاملہ ایسا نہ ہو جس کی ادائیگی میں کمی رہ گئی ہو۔ اس کا گھر بہت دور تھا۔ اس لئے اس نے دن رات سفر کیا۔ اس کی پھانسی میں بہت کم وقت رہ گیا تھا اور اس کو وقت پر موت کی سزا کے لئے واپس پہنچنا تھا۔ اس لئے وہ جتنی جلدی اور تیز سفر کر سکتا تھا کرنے لگا۔ آخر کار وہ گھر پہنچ گیا۔ سب گھر والے بہت خوش ہوئے۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کی طرف بھاگے۔ باپ تک پہنچنے کے لئے وہ ایک دوسرے کو دھکے دے رہے تھے۔ انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بازوؤں سے اس کے گھٹنے پکڑ لئے اور پہلا بوسا لینے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کی بیوی اپنے جیون ساتھی اور والدین اپنے جگر گوشے کو اتنے دنوں کی غیر موجودگی کے بعد دیکھ کر بے حد خوش تھے۔ بوڑھی ماں آگے بڑھی اور اپنے جگر کے ٹکڑے کی پیشانی پر بوسا دیا۔ پیار اور خوشی کے یہ مناظر تاحیات یاد رہنے والے تھے۔ جلد ہی ان پر مایوسی چھا گئی۔ نوجوان غیر معمولی طور پر بہت پریشان نظر آ رہا تھا اور مایوسی اور گھبراہٹ اس کے چہرے سے صاف عیاں تھی۔ بوڑھے والدین کو یہ جلد احساس ہونے لگا کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ ماں نے پریشانی سے پوچھا ''تمہیں کس پریشانی کا سامنا ہے اور تم کیوں افسردہ دکھائی دے رہے ہو''۔ کچھ دیر کے لئے بالکل خاموشی چھا گئی۔ نوجوان نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ گھر والوں کو یہ خبر کیسے بتائے۔ اس کے بوڑھے ماں باپ کے لئے یہ دکھ کے لمحے صدیوں کی طرح تھے۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ ان کا بیٹا اتنا پریشان تھا۔ کوئی سنگین مسئلہ ضرور ہوگا۔ نوجوان نے ہمت کر کے اپنا سر اٹھایا اور خاموشی توڑتے ہوئے کہا ''پیاری ماں! جب میں چھوٹا تھا آپ مجھے پیغمبر اسلام صلعم کے دور کے مسلمانوں کی بہادری کے واقعات سنایا کرتی تھیں۔ کس طرح انہوں نے سخت مشکلات اٹھائیں مگر کبھی شکوہ نہ کیا۔ جو بھی اللہ کی مرضی ہوتی وہ اس کو پورا کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سی مشکلات اور خطرات کا سامنا کیا مگر کبھی نہ گھبرائے۔ میدان جنگ میں بھی انہوں نے بہادری کا مظاہرہ کیا اور جب بھی ضرورت پڑی تو موت کے منہ میں جانے سے بھی نہ ہچکچائے۔ دلیری اور بے خوفی سے موت کو گلے لگانے اور جنت میں داخل ہونے کا جذبہ پنہاں تھا۔ پیاری ماں! کیا آپ نے یہ سب کچھ نہیں بتایا تھا؟''

ماں باپ نے اپنے نوجوان بیٹے کی موت کے خطرہ کو جرات مندی سے سامنا کرنے کی باتوں کو سنتے ہوئے ان کا سانس رک رک جا رہا تھا۔ ان کی پریشانی میں ہر دم اضافہ ہو رہا تھا۔ ان کے ذہن میں عجیب قسم کے وسوسے جنم لینے لگے کہ پتہ نہیں وہ آگے کیا بتانے والا ہے؟ وہ یہ سوچ کر پریشان ہو رہے تھے۔ نوجوان بولا پیاری ماں! آپ مجھے ہمیشہ بتاتی تھیں کہ مسلمان ماں باپ کتنے بہادر ہوتے تھے۔ وہ اپنے پیارے بیٹوں کو ہر طرح کے خطرات کا سامنا کرنے کے لئے ہمت بندھاتے تھے۔ ان کو بتایا جاتا تھا کہ فرض کی ادائیگی یا موت ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ اب وہ وقت آ گیا ہے جب ہمارے اسلامی عقیدہ کا امتحان ہونا ہے۔ ہمت کریں اور میں آپ کو اب ساری بات بتاتا ہوں۔۔۔۔

والدین اب بُری خبر سننے کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو یقین دلایا کہ وہ صبر سے اس کی بات کو سنیں گے اور وہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق صبر اور تحمل کا مظاہرہ بھی کریں گے۔ نوجوان نے پھر ان کو سارا واقعہ تفصیل سے بتانا شروع کیا کہ وہ کیسے نخلستان میں دوپہر کے وقت آرام کر رہا تھا، اس کا اونٹ مالی کے ہاتھوں مارا گیا، وہ غصے میں آ کر اپنے حواس کھو بیٹھا اور بوڑھے مالی کی موت کا سبب بنا۔ خلیفہ کی عدالت میں مجھے لے جایا گیا اور موت کی سزا ہوئی۔ اس نے خلیفہ سے درخواست کی کہ اس کو اپنا قرض اتارنے کا وقت دیا جائے۔ وہ ضمانت پر بری ہوا، ایک بزرگ نے اجنبی ہونے کے باوجود اس پر اعتماد کیا اور اس کی ضمانت دے دی۔ اور اب میں یہاں ہوں اور ایک بڑے بیٹے کی حیثیت سے نہیں جو آپ کے ساتھ اس پرانی چھت کے نیچے آپ سے دکھ سکھ بانٹتا تھا۔ بلکہ اب میں یہاں

اس لئے ہوں تا کہ آپ کو آخری دفعہ مل سکوں اور آپ نے جو میرے ساتھ نیکیاں اور شفقت کی ہیں ان کا شکریہ ادا کرسکوں۔ ان یہودیوں کو بُلا بھیجیں جن سے میں نے رقم ادھار لی ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ مجھے جلدی کرنا ہے۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ بمشکل ہی میں اپنے کام ختم کر کے وقت پر اپنی پھانسی کے لئے پہنچ سکونگا۔ جب نوجوان سب کچھ بتا چکا تو اس کے والدین بے حد پریشان ہوئے۔ آنسو ان کی بڑھاپے کی جھریوں سے ٹپکنے لگے۔ ان کو اس صدمے کی خبر کو سن کر سنبھلنے میں کچھ وقت لگا۔

ماں نے کہا ”اللہ کی مرضی کو پورا ہونا چاہیے“۔ جو مقدر میں تھا وہ تو اب ہو چکا ہے اور تمہیں اپنے وعدہ کا پاس رکھنا چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی کہے کہ ایک مسلمان عورت کا بیٹا اپنی جان بچانے کے لئے اپنی زبان سے پھر گیا“۔

ادھار لینے والے یہودی آگئے۔ وہ تمام انسانی ہمدردی کے احساس سے خالی تھے۔ وہ اپنی لالچ کی وجہ سے بدنام تھے۔ اب جب کہ ان کو پتہ چلا کہ نوجوان کے پاس اپنے معاملات طے کرنے کے لئے چند گھنٹے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنے لئے بہترین موقع سمجھا۔ اور زیادہ رقم ہتھیانے کے لئے پورا پورا فائدہ اٹھانے لگے ۔نوجوان کے پاس نقد رقم نہ تھی۔ وہ صرف چیزوں اور مال مویشی کی صورت میں ہی قرض ادا کرسکتا تھا۔ اور ان اشیاء کی قیمت لگانے میں ان ذلیل لوگوں کو سنہری موقع ملا۔ انہوں نے اشیاء کی اصل قیمت سے بھی بہت کم قیمت لگائی۔ لیکن نوجوان بے بس تھا اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔ قرض ادا کرنا ہی تھا اور نوجوان کی بہت سی جائیداد ادھار چکانے میں دینا پڑی۔

سب سے مشکل وقت ابھی آنا تھا اور وہ وقت جدائی کا وقت تھا۔ کاٹھی سے تیار اونٹ لایا گیا۔ نوجوان نے ابھی گھر والوں کو خدا حافظ کرنا تھا اور پھر روانہ ہونا تھا۔ جدائی کسی طرح بھی آسان نہ تھی۔ انتہائی دکھ، آنسوؤں اور شفقت سے بھری آہوں میں والدین نے اپنے جگر کے ٹکڑے کو ایک ایک کر کے گلے لگایا۔ ہمیشہ کی جدائی کا سوچ کر نوجوان بیوی بے ہوش ہوگئی۔ جب اس کی زندگی کا ساتھی اس کا پیارا شوہر اس کی طرف بڑھا تو وہ زمین پر بے ہوش گری پڑی تھی۔ اس کی گھنی اور خوبصورت زلفیں مٹی پر بکھری ہوئی تھیں۔ نوجوان اس پر جھکا اور اس کو بوسا دیا۔ اب تک اس نے بہت ہمت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن جب وہ اپنے پیچھے کھڑے اپنے پیارے بچوں کی طرف مڑا تو اس کی ہمت جواب دینے لگی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس کے فلاد جیسے مضبوط ارادہ دم توڑنے لگا ہے۔ وہ ان کے درمیان بیٹھ گیا اور باری باری سب کو گلے لگاتا اور بوسا دیتا رہا۔

تینوں میں سے بڑے بیٹے نے کہا ”ابا جان! کیا امی مرگئی ہیں؟ اب ہمیں میلے پر کون لے کر جائے گا؟ ابا جان! خدارا آپ نہ جائیں“ وہ جیسے ہی اٹھا دونوں چھوٹے بچے اس کے گھٹنوں سے لپٹ گئے۔ ”ابا جان! ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے“ انہوں نے روتے ہوئے کہا۔

چھوٹے بچوں کا یہ نظارہ جو یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی ماں مرگئی ہے اور ان کا باپ ان کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔ نوجوان کی ہمت پر اثر انداز ہونے لگی اس صورت حال سے نوجوان بوکھلا گیا۔ یہاں کوئی سپاہی بھی نہ تھا۔ صرف اس کا وعدہ تھا جس نے اس کو پابند کیا ہوا تھا۔ وہ دور صحرا میں رہتا تھا جہاں قانون اور فوج کا پہنچنا ناممکن تھا۔ وہ کیوں محض اپنے وعدہ کے لئے اپنے گھر والوں کی خوشیوں کا ہمیشہ کے لئے گلہ گھونٹ دے؟ کیوں ان معصوم اور چھوٹے بچوں کو دکھوں میں ڈال دے؟ مجرم تو وہ ہے، اس کے گھر والے نہیں۔ کیوں ان کو بے سہارا اور یتیم کی زندگی گذارنے پر مجبور کرے؟ جیسے جیسے وہ یہ سوچ رہا تھا وہ اور پریشان ہوتا جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو اسے ایسا لگا کہ اس کے خون کے رشتے کی شدت اس کی روح پر غالب آنے لگی ہے۔ لیکن جدائی کا وقت آن پہنچا۔ اپنی پھانسی کے لئے اب اس کو اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہونا ہی تھا۔

اپنی زندگی کے سب سے مشکل حالات میں گھرا نوجوان اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اسی سوچ میں گم تھا کہ کونسا راستہ اختیار کرے۔ لیکن اس کا وعدہ اس کو پھانسی کے لئے واپس بلا رہا تھا۔ والدین، بیوی اور بچوں کا پیار اس کو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ یہیں چھپا رہے۔ اس کے اندر عجیب سی جنگ جاری تھی۔ دل اور ضمیر کی جنگ۔ لیکن یہ جنگ صرف کچھ لمحوں تک ہی رہی۔ اس کے دل میں مسلمان ہونے کی غیرت نے اس کو قرآن کریم کی یہ آیت یاد دلائی۔ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ تمہارے مال اور نہ ہی تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کرے“(63:9)۔ قرآن کے اس واضح حکم نے اس کے کانوں میں گونجنا شروع کر دیا۔ اور اس نے بالآخر فیصلہ کرلیا۔ ایک مسلمان کے لئے اس کی زبان، اس کے والدین، اس کی بیوی اور بچوں سے زیادہ مقدس ہوتی ہے۔ آنسوؤں اور چیخ و پکار کے درمیان وہ اٹھا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف اپنی موت کی سزا قبول کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس کے پیارے اس کو دکھ بھری نظروں سے تب تک دیکھتے رہے جب تک وہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوگیا۔ (جاری ہے)

My Young Old Man

شیخ اقبال احمد ظہوری (مرحوم)

از: عامر عزیز الازہری

قضا وقدر بھی کیا بے رحم شئے ہے۔ کسی کے جذبات، احساسات اور کسی کے تعلقات اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ تو محض فیصلے سناتی ہے خواہ ان فیصلوں سے کسی کے دل مسلے جائیں یا کسی کی زندگی بے رونق ہو جائے۔ یا کوئی محفل ہی بے رنگ و بے نور ہو جائے بس وہ تو فیصلہ سناتی ہے۔

اس قضا وقدر کے اٹل قانون نے ہم سے ایسا کھیل کھیلا کہ ہمارا چہچہاتا، مسکراتا، دھاڑتا، نڈر، بے باک کھلنڈرا Young old man چھین لیا۔ وہ جس سے محفل میں نکھار آتا تھا، جس کے ہر لفظ سے محبت اور اپنائیت ٹپکتی تھی۔ جس کی ہر ادا میں جوانی کی جھلک اور جذبے کی کھنک جھلکتی تھی اور وہ شخص جو مرقع تھا اس عبارت کا

زندگی زندہ دلی کا نام ہے اے دوست

وہ ہم سے ایک لمحے میں بچھڑ گیا۔ شیخ ظہور اقبال ظہوری مرحوم سے میری پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں شبان الاحمدیہ صدر کے طور پر راولپنڈی دورہ کے لئے گیا۔ اور اس ملاقات نے ہی مجھے ان کے اتنے قریب کر دیا کہ لگتا تھا کہ صدیوں کا یارانہ ہے۔ محفل کی رونق بننے کا فن انہیں خوب آتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے شیدائی تو بہت گذرے ہیں مگر ان جیسا Deadly شیدائی کم ہی دیکھا ہے۔ حضرت صاحب کے خلاف کسی کے منہ سے بات نکلی نہیں اور ان کا فشار خون بلند ہونے لگتا۔ بے باکی اور صداقت شعاری ان کا خاصہ تھا۔ جو بات دل میں تھی وہی نوکِ زبان پر تھی۔

1973ء میں ہمارے خلاف پر تشدد تحریک کے واقعات اور ان پر بیتے لمحات ان کی عظمت اور ہمت کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ اس دور میں ان سے پیش آنے والے واقعات کو اکثر اس انداز میں بیان کرتے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ اس پُر آشوب اور پُرفتن دور میں ان کی استقامت اور ہمت ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

میں راولپنڈی جب بھی گیا تو ان کی باغ و بہار طبیعت سے لطف اندوز ہوئے بغیر واپس نہیں آیا۔ ان کا یہ فقرہ تو ہر وقت ان کی یاد تازہ رکھتا ہے

پتر جوانی ہی جوانی ہے۔ ہلے تے دندوی نہیں ڈگے

ترجمہ: بیٹا ابھی تو میں جوان ہوں۔ ابھی تو میرے دانت بھی سلامت ہیں)

قاضی عبدالرشید مرحوم جب فوت ہوئے اور ان کا جنازہ دارالسلام میں لایا گیا۔ تو میری سب سے چھوٹی صاحبزادی سیلینہ عزیز نے ان سے پوچھا ''انکل یہ کیوں فوت ہوئے ہیں'' تو موصوف نے اپنی حسِ ظرافت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جواب دیا ''بیٹا یہ بوڑھے ہوگئے تھے'' تو میری بیٹی نے فوراً کہا ''انکل بوڑھے تو آپ بھی ہیں آپ کیوں نہیں فوت ہوئے؟'' اس بات پر وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوئے اور ہر محفل میں یہ سناتے کہ اس کی بیٹی نے مجھے یہ جواب دیا۔

کسی بھی معاملے میں حد سے زیادہ جذباتی پن انہیں پسند نہ تھا۔ ایک دفعہ کسی جلسے میں ان کے فرزند ارجمند ظہور الرحمٰن صاحب نے نہایت جذباتی انداز میں ہمارے ایک گمشدہ بھائی کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا۔ تو تھوڑی دیر کے بعد وہ اس جذباتی تقریر کو برداشت نہ کر سکے تو فوراً پورے مجمع کے سامنے انہیں کہا کہ بس بھائی بس! اب کیا ہم ماتم کرنا شروع کر دیں۔ ختم کرو اس تقریر کو۔

مرحوم کو سگریٹ نوشی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ کسی کی مجال کہ ان سے سگریٹ چھوڑا سکتا۔ جب ان کو لاہور میں دل کا دورہ پڑا تو ان کا بائی پاس آپریشن کیا گیا۔ مرحوم ہسپتال میں تھے کہ انہوں نے سگریٹ پینے کی ضد شروع کر دی۔ پہلے تو نہایت دھیمے لہجے میں مطالبہ کیا مگر جب بات بنتی نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں اس قدر واویلا مچایا کہ ڈاکٹروں کو آخر کار نرسوں کو یہ ہدایت کرنا پڑی کہ نہ صرف انہیں سگریٹ پینے دیں بلکہ کوشش کر کے خود پلائیں۔

کھرا پن، بے ساختگی، معقولیت، شجاعت اور مروّت کا مجموعہ تیار کیا جائے تو آپ کی شخصیت کا صحیح عکس ہوگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ ہمارا Young old man اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ میں نے ان کی وفات سے ایک دن پہلے ملاقات کی۔ اس وقت بھی ان کی ہمت ان کی باتوں کی شگفتگی، ان کی مروّت، ان کا جذبہ اور ان کا غصہ جوان تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مرحوم کی مغفرت اور بخشش فرمائے۔ بحیثیت انسان جو کمزوریاں اور غلطیاں سرزد ہوئیں اللہ انہیں معاف فرمائے۔

☆☆☆☆

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد (خدا کی رحمت ان پر ہو)

اجتماعی روحانیت بڑی مفید چیز ہے

ہمارا سالانہ دعائیہ ایک امر جامع ہے

جماعت میں برکت ہوا کرتی ہے۔ جماعت میں ایک کی کمزوری دوسرے کی قوت کے ساتھ مل کر کمزوری نہیں رہتی بلکہ قوت سے مبدل ہوجاتی ہے۔ طاقتوروں کی معیت کمزور کی بھی طاقت موجب ہوجاتی ہے جب تک کوئی نہایت درجہ قوی روحانیت کا انسان نہ ہو اس کی تنہائی روحانیت کے لئے خطرہ سے خالی نہیں۔ اکیلے آدمی پر شیطانی وساوس اور غفلت وسستی کارگر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ طرح طرح کے وساوس کا شکار ہوکر اور غفلت وسستی کے اثر سے بیگانہ اور روحانیت سے عاری ہوجاتا ہے یا کم سے کم اس میں وہ مذہبی جوش باقی نہیں رہتا جو ایک دینی مجاہد کے قلب میں ہونا چاہیے۔

اسی لئے دین حقہ نے جماعت پر بڑا زور دیا ہے اگرچہ نماز بندہ کا اپنے رب کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے لیکن پانچ وقت میں نماز کا ایک حصہ باجماعت کردیا تاکہ رب کے ساتھ تعلق جوڑنے میں بھی جماعت کی اجتماعی روحانیت سے ایک کمزور روحانیت کا انسان فائدہ اٹھا سکے اور ''ہمیں سیدھے رستے پر چلا'' کی دعا مانگتے وقت برگزیدگان الٰہی کی دعاؤں کے ساتھ ایک گنہ گار کی دعا بھی شرف قبولیت حاصل کرسکے اس کی مثال میں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرتؐ کی طرح بہت فیاض اور سخی تھیں آپؓ کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ وظیفہ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں آپؓ کو بھیجتے اور بعض دفعہ بڑی بڑی رقمیں بھی بھیجتے، مگر آپؓ سب خدا کی راہ میں دے دیتیں اور خود فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتیں آپؓ کے ایک بھتیجے تھے انہوں نے ایک دفعہ شکایت کی کہ آپؓ سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیتی ہیں ہمارے لئے پیچھے ترکہ کیا چھوڑیں گی۔ اس پر حضرت عائشہؓ کو بہت رنج ہوا اور اپنے بھتیجے کی اس حب دنیا سے اس قدر بیزار ہوئیں کہ اسے کہہ دیا کہ آئندہ میرے گھر میں نہ گھسنا۔ وہ بھتیجے صاحب بعد میں بہت پچھتائے اور معافی وغیرہ طلب کرنی چاہی لیکن چونکہ اس کا مکان میں داخلہ بھی بند تھا اس لئے کامیابی نہ ہوئی۔ جب اس نے آنا چاہا تو حضرت عائشہؓ نے منع کردیا کہ میرے گھر میں نہ گھسو اس نے بعض صحابہؓ سے عرض کی کہ انہوں نے ایک دن حضرت عائشہؓ کے دروازے پر جمع ہوکر درخواست کی کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت دی جائے ان میں حضرت عائشہؓ کا وہ بھتیجا بھی تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اندر داخل ہوتے ہی بھتیجے نے معافی مانگی اور صحابہؓ نے سفارش کی نتیجہ یہ ہوا کہ معافی مل گئی گویا جماعت کے ساتھ وہ رد کیا ہو بھتیجا بھی باریابی پاگیا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور جو جماعت کھڑی ہوتی ہے اس میں نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی ان نیکوں کی دعا کے ساتھ بدوں کی دعا بھی قبول ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک اجتماع کی مشترکہ اور متفقہ دعا ہوتی ہے۔ اس کو شیخ سعدی صاحب نے اس طرح فرمایا ہے:

شنیدم کہ درروز امید وبیم — بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

پس جماعت کے نیکوں کے ساتھ گنہگار بھی جناب الٰہی کے دربار میں شرف باریابی پاجاتے جس طرح خدا کی رحمت کی بارش برستی ہے تو باغ میں جہاں پھولوں اور پودوں پر برستی ہے وہاں روڑیوں پر بھی برستی ہے۔ اسی طرح جناب الٰہی کی مغفرت اور رحمت کی بارش جب ایک جماعت پر ہونے لگتی ہے تو نیکوں اور بدوں پر بھی ہوجاتی ہے پس جماعت کی نماز جماعت کی دعا جماعت کے ساتھ مل کر کوئی خدمت دین کرنے میں جو فضل ربی کی ہوا اس جماعت پر چلتی ہے تو چھوٹے چھوٹے نیک اور بد سب پر کرم گستری ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

حضرت مسیح موعودؑ خود اپنے آپ کو نبی نہیں جانتے تھے

(از جناب غلام رسول صاحب جانباز)

قادیان میں تھے مسیحؑ نامور
اختتامِ ماہِ رمضان تھا ، مگر

رہ گئے تھک کر سبھی پیروجواں
عید کا مطلق نہ چاند آیا نظر

سب مسلمانوں نے روزے رکھ لئے
جس طرح فرما گئے خیر البشرؐ

عید کا جب تک نہ چاند آئے نظر
اس گھڑی تک فرض ہے صوم النہر

صبحدم اٹھ کر مجددؒ نے کہا
دی گئی الہام میں مجھ کو خبر

آج یومِ عید ہے کر لو یقیں
حق کبھی رہتا نہیں ہے مستتر

سن کے یہ الہام بول اٹھے سبھی
کردیں افطار آپ فرمائیں اگر

مسکرائے اور فرمایا سنو
ہو نہیں سکتا شریعت سے مفر

بے شبہ الہام سچا ہے مِرا
سنت نبویؐ مقدم ہے مگر

غیر ممکن ہے کہ حکم شرع سے
کاٹ دوں میں یا بڑھاؤں شو شہ بھر

تار سے جس دم شہادت مل گئی
عید کی ہر اک نے قصہ مختصر

ہے اولی الالباب کو نکتہ یہ بس
گرچہ ناداں کے لئے ہو بے اثر

مان لو بے شک نبی ہیں سب مطاع
پاس ہے آیاتِ قرآں کا اگر

ہوتا گر اپنی نبوت پر یقیں
وحی کو رکھتے مقدم شرع پر

اوکند انکار تو سازی نبی
شرم کن اے مدعی خاکت بسر

(پیغام صلح، 9 مارچ 1939ء)

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور، حامد رحمٰن

مختصر رپورٹ شبان الاحمدیہ مرکزیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے سال 2010ء کو بچوں کا سال قرار دیا تھا اس لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے بھی بچوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دینے کے لئے پروگرام ترتیب دیئے۔

اسلام نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے اس لئے بچوں کی نماز کی جانب راغب کرنے کے لئے خصوصی توجہ دی گئی۔ جس کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی نماز سوسائٹی نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے باقاعدہ حاضری اور ماہانہ بنیادوں پر اوّل آنے والے بچوں اور ان کے والدین کو انعامات دیئے گئے۔ ماہانہ بنیاد پر اوّل آنے والے بچوں کے نام درج ذیل ہیں:

جنوری	سکندر احمد
فروری	سکندر احمد
مارچ	عالیہ ابرار
اپریل	ثناء احمد
مئی	شگفتہ احمد
جون	شگفتہ احمد
جولائی	ثناء احمد
اگست	سکندر احمد
ستمبر	درِشہوار احمد
اکتوبر	دانیال احمد
نومبر	دانیال احمد
دسمبر	درِشہوار احمد

سالانہ دعائیہ کے موقع پر سال بھر میں مجموعی طور پر اوّل، دوم، سوم آنے والے بچوں کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز انعامات سے نوازیں گے۔

مجموعی طور پر اوّل، دوم، سوم آنے والے بچوں کے نام درج ذیل ہیں:

اوّل	شگفتہ احمد
دوم	سکندر احمد
سوم	درِشہوار احمد

رپورٹ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نوجوانوں میں صحت مندانہ سرگرمیوں کے فروغ کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ کا انعقاد بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا جس میں نوجوانوں میں بھرپور شرکت کی۔ 4 چار دن رہنے والے اس ٹورنامنٹ میں 55 مقابلے ہوئے۔ کھلاڑیوں کو دو کیٹگریز ''شبان الاحمدیہ سینئر اور شبان الاحمدیہ جونیئر'' میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دونوں کے کیٹگریز کے فائنل مقابلے 15 دسمبر کو منعقد ہوئے۔ جونیئر کیٹگری کا فائنل وحید احمد اور وقاص احمد کے مابین کھیلا گیا۔ جس میں وحید احمد نے 2/1 سے فتح حاصل کی۔ سینئر کیٹگری کا فائنل مقابلہ عاطف نثار بمقابلہ ایاز احیات ہوا۔ جس میں ایک دلچسپ مقابلے کے بعد عاطف نثار نے 2/1 سے فتح حاصل کی۔

اختتامی مقابلوں کی تقریب کے مہمان خصوصی حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ تھے۔ دیگر مہمانوں میں عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری) بریگیڈیئر سعید احمد صاحب، عادل افضل صاحب، انوار احمد صاحب اور ہالینڈ سے آئے ہوئے معزز مہمانوں نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ٹورنامنٹ میں شامل ہونے والے کھلاڑیوں اور شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی حوصلہ افزائی کی اور کارکردگی کو سراہا۔ اور شبان الاحمدیہ مرکزیہ کو تاکید کی کہ نوجوانوں کے لئے ''کیرم اور بیڈمنٹن'' کے کھیلوں کا بھی انتظام کیا جائے۔ اور ساتھ ہی ان کھیلوں کے لئے فنڈ دینے کا اعلان بھی کیا۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

تقدّس کا جہاں لے کر
سرِ بزمِ جہاں آؤ

بہارِ بیکراں بن کر بُوئے گلستان آؤ
جلو میں لے کے آثارِ حیاتِ جاوداں آؤ

دلوں میں گرمی ایماں نگاہوں میں تڑپ لیکر
امیرِ قوم کی آواز پر تم بے گماں آؤ

یہاں آؤ کہ پھر تازہ کریں اسلاف کی یادیں
لئے جوش و خروش مستقل کی بجلیاں آؤ

یہاں آؤ کہ مل جُل کر سنواریں گُلشن دین کو
خلوصِ ضوفشاں لیکر ہمارے درمیاں آؤ

بہاریں، تازگی ، رنگینیاں ہیں منتظر اب تک
جہاں جاؤ بہار آئے ، بہار آئے جہاں آؤ

تمہارے دم سے عظمت ہے حریم بزم ہستی کی
تمہی ہو خوش دہن آؤ، تمہی ہو خوش بیاں آؤ

بساطِ زندگی پر اتحادِ خاص قائم ہو
عمل کی بزم میں تم کارواں در کارواں آؤ

نہیں ارض و سما کی وسعتیں ہر دم یہ کہتی ہیں
فضائے زندگی پر بن کے مثلِ کہکشاں آؤ

نگاہیں اہلِ دنیا کی تمہاری راہ تکتی ہیں
تقدّس کا جہاں لیکر سرِ بزم جہاں آؤ

محمد اعظم علوی

صرف احباب جماعت کے لئے

دَارالسلام آؤ

خدا کو یاد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ
محبت عام کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

خدا کی راہ میں جو دن بھی گذرے وہ غنیمت ہے
نیا اک عہد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

یہاں آؤ امامِ وقت کے ارشاد سننے کو
مقدم دین کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

امیر قوم نے تم کو بلایا ہے ضرور آؤ
دلوں کو شاد کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

محبت جو دلوں میں موجزن ہے لے کے آجاؤ
محبت اور کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

چلے آؤ یہاں پر آخرِ شب سجدہ ریزی کو
خدا سے پیار کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

تمہارا فرض ہے تم دین کو دنیا پر ترجیح دو
یہی اک کام کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

جو راضی ہیں وہ آئیں جو خفا ہیں وہ بھی آئیں
دلوں کو صاف کرنے کے لئے دارالسلام آؤ

محمد صالح نور